

مدیر اعلیٰ
مولانا محمد الیاس گھمن



شمارہ 02

فروری 2013ء

جلد 02

عشق رسول ﷺ کے تقاضے



نماز جنازہ کے متعلق چند مسائل



ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا



مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ



محبت اور اطاعت رسول ﷺ



فکر آخرت کے تقاضے



مركز اهل السنة والجماعة

فقیہ

ماہنامہ

شماره 2

فروری 2012ء

جلد نمبر 2

مجلس ادارت

- مولانا محمد رضوان عزیز
- مفتی شبیر احمد حقانی
- مولانا محمد کلیم اللہ

انجمنی ہولڈرز ممبر لگائیں اور ہدیہ دینے والے اپنا نام لکھیں!



برائے رابطہ

مرکز اہل السنۃ والجماعۃ

87 جنوبی لاہور ڈسٹرکٹ 0332-6311808

www.ahnafmedia.com

بفیضانِ نظر
تَفَحُّصُ الْعَرَبِ وَالْفَالِیْنِ حَفِظَهُ اللّٰهُ
وَالْعَجْمِ شَہَادَةُ اللّٰهِ
حَکِیْمُ شَہَادَةُ اللّٰهِ
حَفِظَهُ اللّٰهُ
حَکِیْمُ شَہَادَةُ اللّٰهِ
حَفِظَهُ اللّٰهُ

مدیر اعلیٰ

مولانا محمد الیاس گھمن

بیرون ممالک

امریکہ، اسٹریلیا، جنوبی افریقہ اور یورپی ممالک
35 ڈالر سالانہ
سعودیہ، انڈیا، متحدہ عرب امارات اور عرب ممالک
25 ڈالر سالانہ
ایران، بنگلہ دیش 20 ڈالر سالانہ

قیمت فی شمارہ -/20 روپے
سالانہ زر تعاون
-/240 روپے

مرکز اہل السنۃ والجماعۃ



فہرست

- 3 عشق رسول کے تقاضے
- اداریہ
- 5 الموافقة بین الحدیث والفقہ
- علامہ خالد محمود مدظلہ
- 10 نماز جنازہ کے متعلق چند مسائل
- متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ
- 14 ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
- مولانا محمد عاطف معاویہ حفظہ اللہ
- 19 مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی رحمہ اللہ
- مولانا محمد زکریا حفظہ اللہ
- 25 فتاویٰ عالمگیری
- مفتی محمد یوسف حفظہ اللہ
- 30 محبت اور اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم
- مولانا محمد ارشد سجاد حفظہ اللہ
- 35 نماز اہل السنۃ والجماعت
- متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ
- 40 فکر آخرت کے تقاضے
- ترتیب و عنوانات: مفتی شبیر احمد حنفی

عشق رسول کے تقاضے

اداریہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت عین ایمان اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرمانبرداری کامیابی و کامرانی کا ذریعہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت پر عمل نجات کا ضامن اور آپ کی کامل اتباع محبت خدا کے حصول کی کنجی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ

[آل عمران: 31]

ترجمہ: (اے پیغمبر! لوگوں سے) کہہ دو کہ تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہاری خاطر تمہارے گناہ بخش دے گا۔ (آسان ترجمہ)

حدیث مبارک میں ہے کہ ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کا ہر شخص جنت میں جائے گا سوائے اس شخص کے جس نے انکار کیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! انکار کرنے والا شخص کون ہے؟ فرمایا: جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں جائے گا اور جس نے میری نافرمانی کی وہ انکار کرنے والا ہے۔

[صحیح البخاری: رقم الحدیث 7280]

اہل عقل کے نزدیک عشق کا دعویٰ اور محبت کی باتیں اگر عمل و اطاعت سے خالی ہوں تو بالکل ناقابل قبول ہیں۔ محبت و مودت کے ساتھ اگر فرمانبرداری کی چاشنی مل جائے تو یقیناً کارگر ثابت ہوتی ہے۔ ہمارے معاشرے میں ربیع الاول کے مہینہ میں

بعض لوگوں کا چوک و چوراہوں پر جلوس و محافل کا انعقاد اور بے دھڑک سڑکوں پہ آ جانا ”عشق و محبت“ کے نام پر زبانی جمع خرچ کے سوا کچھ نہیں۔ روضہ مبارکہ علی صاحبہا السلام کی شبیہ بنانا، سڑکوں پہ اس کی نمائش کرنا، ”عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم“ کے نام پر ایک تیسری عید وضع کرنا اور بعض علمی یتیموں کا اس روز نماز عید ادا بھی کرنا اسلام کے نام پر شریعت سازی نہیں تو اور کیا ہے؟ آہ! کیا عشق رسول یہی تعلیم دیتا ہے کہ جس رسول کی بعثت زمینی خداؤں کی بنائی ہوئی فرسودہ اقدار و رسومات کے قلع قمع کرنے لیے ہوئی تھی آج اسی کی محبت کے نام پر ایک نئی رسم کو فروغ دیا جائے۔ بلکہ عیسائیت کی مشابہت اختیار کرتے ہوئے کیک بھی کاٹا جائے اور کرسمس ڈے کی طرح اسے بھی تہوار بنالیا جائے۔ پھر ان جلوسوں میں مختلف مسالک کی دل آزاری کی ایسی مسموم فضاء قائم ہوتی ہے کہ الامان والحفیظ۔۔۔ یہی عمل بنیاد بنتا ہے معاشرہ میں فرقہ واریت کے فروغ کا۔ امت مسلمہ کی خدمت میں درد مندانہ اپیل ہے کہ اپنی زندگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں گزاریں، اپنی خواہشات کو شریعت محمدیہ علی صاحبہا السلام کے تابع کر دیں، معاشرے میں امن و سکون کے فروغ اور دہشت گردی کے عفریت سے چھٹکارہ پانے کے لیے باہمی نفرتوں اور کدورتوں کو یکسر ختم کر دیں تو یقیناً یہ معاشرہ اپنی مثال آپ ہو گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حقیقی عشق و محبت کا تقاضا یہی ہے کہ آپ کی کامل اتباع کی جائے۔ اگر انسان دو دن خوشی منالے، محبت کے زبانی جمع خرچ کے دعوے کر لے اور پوری زندگی گناہوں میں گزار دے، اپنی حیات کے شب و روز نافرمانی کی نظر کر دے تو اس سے بڑا ضیاع کار اور کون ہو گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی رضا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع نصیب فرمائے۔ آمین

آثار التشریع

الموافقة بین الحدیث والفقه

علامہ خالد محمود مدظلہ

پی۔ ایچ۔ ڈی لندن

انبیاء سے مشابہت کن کے حصہ میں آئی؟:

حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

پس مشابہ بانبیاء دریں فن مجتہدین مقبولین اند، پس ایشاں را از ائمہ فن باید شمرد مثل ائمہ اربعہ۔۔۔ پس گویا مشابہت تامہ دریں فن نصیب ایشاں گرویدہ بنائے علیہ در میان جمابیر اہل اسلام از خواص و عوام بقلب امام معروف گردیدند و بوقت اجتہاد موصوف۔

[منصب امامت ص 53]

ترجمہ: پس اس فن میں انبیاء کے مشابہ مجتہدین مقبولین ہوئے ہیں، انہیں ائمہ فن میں شمار کرنا چاہیے جیسا کہ چار امام ہوئے۔۔۔ اس فن میں مشابہت تامہ انہی کو نصیب ہوئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عامہ اہل اسلام میں وہ خواص ہوں یا عوام یہ حضرات بقلب بامام ہوئے۔

فلکر کی ایک درد مند آنہ درخواست

قارئین سے غور کی درخواست ہے۔ وہ لوگ جو ائمہ اربعہ کے مقام امامت سے بغض

رکھتے ہیں اور مجتہدین کو محدثین سے اونچے درجے کے علماء تسلیم کرنے میں انہیں جھجک محسوس ہوتی ہے، وہ حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کے کیسے ہم مسلک ہو سکتے ہیں؟

مولانا شہید تو لکھتے ہیں: اعمال میں چار مذہبوں کی متابعت جو اہل اسلام میں رائج ہیں، بہت عمدہ ہے، لیکن پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو ایک شخص کے علم میں منحصر نہ جاننا چاہیے بلکہ آپ کا علم تمام جہان میں پھیلا ہوا ہے۔ [صراط مستقیم ص 97]

پھر یہ بھی لکھتے ہیں:

مجتہد ایسا ہو کہ جس کا اجتہاد امت کے اکثر عالموں نے قبول کیا ہو جیسے امام اعظم رحمہ اللہ اور امام شافعی اور امام احمد رحمہ اللہ اور قیاس بھی فاسد نہ ہو۔ [تذکر الاخوان ص 184]

یہ تحریرات 13 ویں صدی کی ہیں۔ ان سے پتہ چلتا ہے کہ 13 ویں صدی تک محدثین اور فقہاء میں کوئی تعارض و تصادم نہ تھا۔ مجتہدین کے بارے میں محدثین ہمیشہ تسلیم کرتے آئے ہیں کہ علم نبوت کی گہرائی میں یہی لوگ اترتے ہیں اور نہ صرف ان کے علم کی شان ہے کہ مسائل غیر منصوصہ میں یا مسائل منصوصہ (بظاہر) متعارضہ میں حکم جاری کر سکیں۔ مجتہدین کے اس حق کا محدثین نے بھی کبھی انکار نہیں کیا۔ یہ صرف ہندوستان کے چودھویں صدی کے خار مغیلاں تھے جنہوں نے علم فقہ کے خلاف بلا اسے سمجھے اپوزیشن کی دیوار کھڑی کر دی اور ایک نیا فرقہ قائم کر دیا۔ اسلاف میں تو ایسا نہ تھا، یہ ترک تقلید کی ہوا اسی دور میں چلی ہے، جس کے نتیجے میں نیچریوں، منکرین حدیث اور قادیانیوں کو اپنے نئے نئے دائرے بنانے کا موقع مل گیا۔

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

خزائن السنن:

خطاکاروں کے لیے تسلی

انسان سے اگر کوئی خطا ہو جائے تو اسے توبہ کرنی چاہیے۔ اس خطا ہونے میں بندہ کے لیے کتنا سامان تسلی موجود ہے؟ اسے عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم نے اپنے ایک ملفوظ میں بیان فرمایا۔ افادہ عام کے لیے ہدیہ قارئین ہے۔ از مفتی شبیر احمد خفی

ایک صاحب سے غلطی ہوئی تھی تو ان کی تسلی کے لیے عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم نے ارشاد فرمایا:

آج میں ایک راز بتاؤں گا کہ کبھی کبھی بعض بے وقوفیاں جو ہو جاتی ہیں، اس میں کیا راز ہے؟ بے وقوفی کرنا تو خطا ہے لیکن استغفار اور توبہ کر کے اپنی خطاؤں کو بھول جاؤ ورنہ شیطان مایوس کرتا ہے، ناامید کرتا ہے کہ تم تو بڑے خطاکار ہو، ہم خطاؤں کو یاد کرنے کے لیے پیدا نہیں ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے بار بار قرآن پاک میں اعلان فرمایا کہ ہم کو یاد کرو۔ گناہوں کو یاد کرنے کے لیے تم کو پیدا نہیں کیا گیا۔ ایک دفعہ گناہ سے توبہ کر لو، توبہ کر کے معافی مانگ کر بس سمجھو کہ تمہارے گناہوں کو ہم نے قبر میں دفن کر دیا اور دفن کرنے کے بعد مردہ اکھاڑا نہیں جاتا۔ میرے شیخ نے فرمایا تھا کہ اللہ سے استغفار اور توبہ کر کے پھر اللہ کی یاد میں لگ جاؤ، اس کا ایک راز بتاتا ہوں اور وہ راز صاحب قونیہ، صاحب مثنوی کی زبان سے بتاؤں گا جو یہاں میرے قریب مدفون ہیں۔ فرماتے ہیں۔

اے بسا زور اس یہ تابلش کنند

مولانا رومی فرماتے ہیں کہ اے دنیا والو! کبھی سونے کو سیاب تاب کرتے ہیں، کالا کالا رنگ لگا دیتے ہیں کیونکہ چمکتے ہوئے سونے کو نظر لگ جائے گی اور ڈاکو، چور اس کو اٹھالے جائیں گے۔ انسان کا نفس خود چور، ڈاکو ہے۔ اگر ہر وقت نیکیاں ہوں، کبھی خطانہ ہو اور کوئی بے وقوفی نہ ہو جائے تو اس کو خود اپنی نظر لگ جائے گی کہ ہم بہت ہی اہم ہیں، لہذا خطا مت کرو، بے وقوفی اور حماقت مت کرو لیکن ہونا اور ہے، کرنا اور ہے۔ اگر ہو جائے تو اللہ سے استغفار اور توبہ کر لو اور سمجھ لو کہ اللہ نے ہم کو بچا لیا کہ ہم اپنی نظر سے گر گئے، اپنی نگاہوں سے گر گئے کہ پڑھ لکھ کر بھی ہم ایسے بے وقوف ہیں۔ لہذا عالم غیب سے تکویناً کبھی سونے کو سیاہ تاب کر دیا جاتا ہے کیوں؟

تا شود ایمن ز تاراج و گزند

تاکہ وہ ڈاکوؤں سے اور چوروں سے محفوظ کر دیا جائے۔ لہذا کبھی کوئی بے وقوفی ہو جائے تو نہ امت کے ساتھ اپنے اللہ سے معافی مانگ کر سمجھ لو کہ ہم نالائق ہیں۔ مولانا رومی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ آں چنینیں کردم کہ از من می سزید

ہم سے وہی نالائق ہوئی جس کے ہم لائق تھے، جو کچھ ہم سے گناہ ہوا ہم اسی کے لائق تھے۔ نالائق سے تو نالائق ہی ہوگی، جو ہم سے ہو گئی اور کتنی زیادہ نالائق ہوئی کہے تا چنینیں سیل سیاہی در رسید

یہاں تک کہ گناہوں کے اندھیرے ہم پر چھا گئے لیکن اب آپ ہمارے ساتھ کیا معاملہ کریں گے۔ مکہ کے کافروں نے کہا تھا کہ اب تو مکہ فتح ہو گیا ہے، اب آپ ہمارے ساتھ کیا معاملہ کریں گے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم تم سے بدلہ نہیں لیں گے، وہی معاملہ کریں گے جو بھائی یوسف علیہ السلام نے اپنے

بھائیوں سے کیا تھا۔ تو جب آپ کے نبی کے یہ اخلاق ہیں تو آپ کے اخلاق کیسے ہوں گے؟ لہذا مولانا رومی فرماتے ہیں۔

اے خدا آں کن کہ از تومی سزد

اے خدا! آپ ہم نالائقوں کے ساتھ وہ معاملہ کیجیے جس کے آپ اہل ہیں، آپ لائق ہیں۔ اس لیے آپ کے لائق معاف کر دینا، خطاؤں کو بخش دینا ہے۔ اے خدا! وہ معاملہ ہمارے ساتھ کیجیے جس کے آپ لائق ہیں۔ کیا مولانا کے یہ علوم معمولی ہیں، مولانا فرماتے ہیں کہ

من نہ جویم زیں سپس راہ اشیر

میں پہلے اللہ کا راستہ ہر گز نہیں ڈھونڈوں گا پہلے کیا کروں گا۔

پیر جویم پیر جویم پیر پیر

ایک مصرع میں چار دفعہ پیر کا نام لیا کہ ہم اللہ کو ڈھونڈنے کے لیے پہلے خود سے نہیں نکل پڑیں گے۔ جن کے ذریعہ خدا ملتا ہے پہلے ان کو ڈھونڈیں گے یعنی اللہ والوں کو، مرشد کو اور پیر کو ڈھونڈیں گے۔ یہ صاحبِ قونیہ نے، مولانا رومی نے ہم کو ہدایت دی کہ جن کے ذریعہ سے اللہ ملتا ہے پہلے ان کو ڈھونڈیں گے۔ آپ بتائیے پہلے رہبر کو تلاش کرتے ہیں یا پہلے منزل کو ڈھونڈتے ہیں؟! آپ قونیہ میں جہاں جہاں جارہے ہو پہلے صائم [رہبر کا نام] کو ڈھونڈتے ہو یا نہیں؟ رہبر کو تلاش کرتے ہو کہ بھئی! کدھر کو چلیں؟ تو معلوم ہوا کہ منزل سے پہلے رہبر کو تلاش کرتے ہیں۔ اسی طرح اللہ سے پہلے اللہ والوں کو تلاش کرو۔

فقہ المسائل

نماز جنازہ کے متعلق چند مسائل

متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

سوال:

[1] جنازہ پڑھتے وقت زیادہ تر لوگ اپنا جوتا اتار دیتے ہیں جبکہ [2] کئی حضرات ایسے بھی ہوتے ہیں جو جوتے پہن کر نماز پڑھتے ہیں یا [3] اتار تو لیتے ہیں لیکن پاؤں ان پر ہی رکھ لیتے ہیں۔ کیا اس طرح سے نماز ادا کرنا درست ہے؟

جواب:

1: جوتے اتار کر نماز جنازہ پڑھنا درست ہے بشرطیکہ جس جگہ کھڑے ہوں وہ جگہ پاک ہو۔ [الدر المختار: باب صلاة الجنائز، ج 3 ص 122]

2: اس میں یہ دیکھ لیا جائے کہ اگر جوتے کا اوپر والا، اندرونی اور نچلا حصہ اور جس جگہ پر کھڑے ہیں، پاک ہے تو اس صورت میں نماز جنازہ پڑھ سکتے ہیں، اور اگر (مذکورہ جگہیں) ناپاک ہوں تو انہیں پہن کر نماز جنازہ نہیں پڑھ سکتے۔

[کذا فی امداد الاحکام: فصل فی الصلوة علی الميت، ج 1 ص 832]

3: اگر جوتا اتار کر اس پر کھڑے ہوں تو اس صورت میں جوتے کے اوپر والے حصہ کا پاک ہونا ضروری ہے، نچلے حصہ کا پاک ہونا ضروری نہیں۔ عالمگیری میں ہے:

وَلَوْ خَلَعَ نَعْلَيْهِ وَقَامَ عَلَيْهِمَا جَاؤَ سَوَاءٌ كَانَ مَا بِلَى الْأَرْضِ مِنْهُ نَجَسًا أَوْ

ظَاهِرًا إِذَا كَانَ مَا بِلَى الْقَدَمِ ظَاهِرًا

الفتاویٰ العالمگیریہ: کتاب الصلاة؛ الفصل الثانی، ج 1 ص 69

ترجمہ: اگر نمازی نے اپنے جوتے اتار دیے اور ان پر کھڑا ہو جائے تو یہ جائز ہے، چاہے جوتے کا نچلا حصہ جو زمین سے متصل ہے نجس ہو یا پاک ہو بشرطیکہ جوتے کا وہ حصہ جو پاؤں کے ساتھ ملا ہوا ہے پاک ہو۔

سوال:

کیا غائبانہ نماز جنازہ جائز ہے؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت نجاشی کا جنازہ غائبانہ پڑھا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مدینہ میں تھے اور حضرت نجاشی حبشہ میں تھے۔

جواب:

نماز جنازہ کے لیے میت کا سامنے موجود ہونا ضروری ہے، غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں۔ درمختار میں ہے:

وَشَرَطُهَا أَيْضًا حُضُورُهُ [الدر المختار؛ باب صلاة الجنازة؛ ج 3 ص 123]

ترجمہ: جنازہ کی صحت کی شرط یہ بھی ہے کہ جنازہ حاضر ہو (یعنی سامنے ہو)۔ حضرت نجاشی رحمہ اللہ کا نماز جنازہ غائبانہ نہ تھا بلکہ ان کی میت معجزہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کر دی گئی تھی۔ چنانچہ علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رُفِعَتْ لَهُ جَنَازَتُهُ كَمَا كُشِفَ لَهُ عَنْ بَيْتِ الْمُقَدَّسِ حِينَ سَأَلَتْهُ قُرَيْشٌ عَنْ صِفَتِهِ۔

(التمہید لابن عبد البر ج 3 ص 138 تحت رقم 145)

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت نجاشی کا جنازہ لایا گیا تھا جس طرح جب قریش نے بیت المقدس کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو

بیت المقدس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کر دیا گیا۔

صحابہ رضی اللہ عنہم بھی یہی سمجھ رہے تھے کہ جنازہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کے سامنے ہے۔ [صحیح ابن حبان ص 872 رقم 3102، التہجد لابن عبدالبر ج 3 ص 140]

نیز محققین نے اس بات کی تصریح بھی کی ہے کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کی خصوصیت تھی۔ [التہجد لابن عبدالبر ج 3 ص 137، 138، معالم السنن للخطابی ج 1 ص 270]

لہذا غائبانہ نماز جنازہ جائز نہیں۔ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو نماز اہل السنۃ

والجماعۃ از راقم۔

سوال:

نماز جنازہ ہو رہا تھا، ایک آدمی ایسے وقت میں پہنچا کہ امام دو یا تین تکبیرات

کہہ چکا تھا۔ تو اب یہ شخص اپنی نماز کیسے پوری کرے؟

جواب:

آنے والے شخص کو چاہیے کہ امام کی اگلی تکبیر کا انتظار کرے۔ امام جب

تکبیر کہے تو یہ بھی تکبیر کہہ کر شریک ہو جائے۔ چوتھی تکبیر کے بعد امام جب سلام

پھیرے تو یہ شخص اپنی باقی ماند تکبیرات پوری کر لے۔ فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے:

وَإِذَا جَاءَ رَجُلٌ وَقَدْ كَبَّرَ الْإِمَامُ التَّكْبِيرَةَ الْأُولَى وَلَمْ يَكُنْ حَاضِرًا

اِنْتَظَرَهُ حَتَّى يُكَبِّرَ الثَّانِيَةَ وَيُكَبِّرَ مَعَهُ فَإِذَا فَرَغَ الْإِمَامُ كَبَّرَ الْمَسْبُوقُ التَّكْبِيرَةَ

الَّتِي فَاتَتْهُ قَبْلَ أَنْ تُرْفَعَ الْحِمَاةُ [الفتاوى العالمگیریة: الباب الحادي والعشرون في الحَتَائِز]

یعنی اگر کوئی شخص ایسے وقت میں آیا کہ امام پہلی تکبیر کہہ چکا تھا اور یہ اس

وقت حاضر نہیں تھا تو اسے چاہیے کہ انتظار کرے یہاں تک کہ امام دوسری تکبیر کہے۔

امام جب جنازہ سے فارغ ہو جائے تو یہ مسبوق جنازہ اٹھائے جانے سے قبل اپنی فوت شدہ تکبیرات پوری کر لے۔

اگر شریک ہوتے وقت اسے علم ہو کہ یہ کون سی تکبیر ہے تو اسی تکبیر والی دعا پڑھے اور اگر اسے علم نہ ہو تو پہلی تکبیر والی دعا پڑھے یعنی پہلے ثناء، پھر درود شریف اور پھر دعا۔ چنانچہ رد المحتار میں نور الایضاح مع الشرح کے حوالے سے ہے:

أَنَّ الْمَسْبُوقَ يُؤْفِقُ إِمَامَهُ فِي دُعَائِهِ لَوْ عَلِمَهُ بِسَمَاعِهِ ۱ هـ..... بِأَنْ لَمْ يَعْلَمْ أَنَّهُ فِي التَّكْبِيرَةِ الثَّانِيَةِ أَوْ الثَّالِثَةِ مَعْلًا يَأْتِي بِهِ مُرْتَبًا : أَيْ بِالثَّنَاءِ ثُمَّ الصَّلَاةِ ثُمَّ الدُّعَاءِ تَأْمَلُ

[الدر المختار: باب صلاة الجنازة، ج 3 ص 136]

یعنی اگر مسبوق کو اپنے امام کی تکبیرات کا علم ہو تو اسی کے مطابق دعا کرے (یعنی مثلاً اگر امام دوسری تکبیر میں ہے تو یہ درود شریف پڑھے وغیرہ) اور اگر اس کا علم نہ ہو کہ امام دوسری رکعت میں ہے یا تیسری میں تو مسبوق کو (تکبیرات کی دعاؤں میں) ترتیب کو ملحوظ رکھنا چاہیے یعنی پہلے ثناء، پھر درود شریف اور پھر دعا۔

فوت شدہ تکبیریں کہنے میں اگر خوف ہو کہ جنازہ اٹھا لیا جائے گا تو فقط تکبیریں کہے، ان میں دعائے پڑھے ورنہ دعا بھی پڑھ لے۔ در مختار میں ہے:

ثُمَّ يُكَبِّرُ إِنْ مَا فَاتَهُمَا بَعْدَ الْفَرَاعِ نَسَقًا بِلَا دُعَاءٍ إِنْ خَشِيَ أَنْ رَفَعَ الْمَيِّتَ عَلَى الْأَعْتَاقِ.

[الدر المختار: باب صلاة الجنازة، ج 3 ص 136]

یعنی مسبوق (جس کی امام کے ساتھ ایک یا زائد تکبیرات رہ گئی ہوں) اور حاضر (جس نے امام کے ساتھ ایک سے زائد تکبیریں پائی ہوں) کو اگر اس بات کو خوف ہو کہ میت کو اٹھا لیا جائے گا تو وہ فوت شدہ تکبیریں پے درپے کہہ دیں اور ان میں کچھ نہ پڑھیں۔

تذکرہ الفقہاء:

حصہ اول

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

مولانا محمد عاطف معاویہ حفظہ اللہ

نام و نسب: نام عائشہ، لقب صدیقہ و حمیراء، کنیت ام عبد اللہ اور خطاب ام المومنین۔
نسب نامہ یوں ہے: عائشہ بنت ابی بکر الصدیق بن ابوقحافہ عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن قیم بن مرہ بن کعب بن لوی القرشی التیمی۔

[الاصابة ج2 ص1088]

”ام عبد اللہ“ کنیت کی وجہ: عرب میں کنیت شرافت اور عزت کی علامت تھی۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ نے نسبی اولاد والی نعمت عطا نہیں فرمائی تھی۔ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:

حضور! آپ کی تمام ازواج مطہرات کی کنیت ہے، میری اولاد نہیں، میں کوئی کنیت رکھوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «فَاَكْتَنِي بِأَبْنِكَ عَبْدُ اللَّهِ»

[سنن أبي داود ج2 ص331 باب في المَرْأَةِ تُكْنَى]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی وضاحت کرتے ہوئے فخر

المحدثین مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: فَاَكْتَنِي بِأَبْنِكَ ای بابتن اختك اسماء بنت ابی بکر وهو عبد اللہ

[بذل المجہود فی حل ابی داود ج5 ص272]

کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: عائشہ! اپنے بھانجے عبد اللہ کے نام پر کنیت رکھ لو۔ تو

آپ کی کنیت ”ام عبد اللہ“ اپنے بھانجے کی وجہ سے ہے۔

ولادت باسعادت: اکثر اصحاب سیر آپ کی تاریخ ولادت کے بارے میں خاموش ہیں جبکہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے آپ کی ولادت کے متعلق دو قول ذکر کیے ہیں۔ 4- نبوی، یا 5- نبوی

[الاصابہ ج 4 ص 2573]

بچپن میں غیر معمولی ذہانت: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ذریعہ چونکہ دین کا بہت بڑا حصہ امت تک پہنچا تھا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے بچپن میں ہی ان کو غیر معمولی ذہانت عطا فرمائی تھی۔ جس کی وجہ سے آپ بچپن میں اترنے والی آیات و احکام کو بھی یاد رکھتی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: لَقَدْ أُتِرْتُ عَلَى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ وَإِنِّي لَجَارِيَةُ الْعَبِّ {بَلِّ السَّاعَةَ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَذْهَى وَأَمْرُ}

[صحيح البخارى، كتاب التفسير، رقم 4876]

جب مکہ مکرمہ میں سورہ قمر کی آیت: {بَلِّ السَّاعَةَ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَذْهَى وَأَمْرُ} نازل ہوئی اس وقت میں بچی تھی اور کھیل رہی تھی۔

حاضر جوابی: ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کھیل رہی تھیں کہ حضور علیہ السلام تشریف لائے۔ دیکھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے کھلونوں میں دو پروں والا ایک گھوڑا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: عائشہ یہ کیا ہے؟ آپ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: گھوڑا۔ پوچھا: پروں والا گھوڑا؟ [یعنی گھوڑے کے پر تو نہیں ہوتے] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فوراً جواب دیا کہ حضور! حضرت سلیمان علیہ السلام کے گھوڑے کے پر تو تھے۔ آپ رضی اللہ عنہا کا برجستہ جواب سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا پڑے۔

[مشکوٰۃ ج 2 ص 290 باب عشرة النساء]

اس سے ام المومنین حضرت امی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی سرعت فہم، حاضر جوابی اور دینی واقفیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شروع سے ہی ان کو غیر معمولی صفات سے نوازا تھا۔

نکاح ورخصتی: مستند اور معتبر روایات کے مطابق جب حضور علیہ السلام نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا تو اس وقت ان کی عمر چھ سال تھی اور رخصتی کے وقت عمر مبارک نو سال تھی۔

(صحیح البخاری: ج 2 ص 771)

بعض روایات میں نکاح کے وقت عمر سات سال بھی آئی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا خود فرماتی ہیں: تَزَوَّجَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا بَدْنْتُ سَنَجٍ

[بخاری ص 551، سنن ابی داود، باب فی تزویج الصغار]

اس نکاح سے مقصود نبوت و خلافت کے رشتہ کا استحکام اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی غیر معمولی ذہانت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خلوت والی زندگی کو امت تک پہنچانا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس مقصود کو پورا فرمایا۔

فضائل و مناقب: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ نے بے شمار فضائل سے نوازا تھا، ان میں بعض فضیلتیں ایسی ہیں جو صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو عطا ہوئیں۔ خود فرماتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسی خوبیاں عطا کی ہیں جو میرے علاوہ کسی کو نہیں ملیں۔

1. نکاح سے پہلے فرشتے نے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے سامنے میری صورت پیش کی۔

2. میری عمر سات سال تھی جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے نکاح فرمایا۔ اتنی چھوٹی عمر میں حضور علیہ السلام نے کسی اور بیوی سے نکاح نہیں فرمایا۔
3. جب میری رخصتی ہوئی تو میری عمر نو سال تھی۔

4. ازواج مطہرات میں سے صرف میں کنواری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم میں آئی۔

5. حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے بستر پر ہوتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی۔

6. حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ محبت مجھ سے کرتے۔

7. اللہ تعالیٰ نے میری براءت کے لیے قرآن کریم کی آیات نازل فرمائیں۔

8. میں نے جبرائیل امین علیہ السلام کو دیکھا ہے۔

9. حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال مبارک میرے حجرے میں ہوا۔

[المستدرک للحاکم ج5 ص13 رقم 6790]

اس کے علاوہ آپ رضی اللہ عنہا بے شمار فضائل کی مالک تھیں، جن کو محدثین کرام اور اصحاب سیر نے مستقل ابواب میں ذکر فرمایا ہے۔

علمی فضل و کمال: علمی اعتبار سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تمام ازواج مطہرات

بلکہ اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم پر فوقیت حاصل تھی۔ بہت سارے مسائل ایسے تھے جن

کو آپ کی ذات گرامی نے حل فرمایا ہے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ

فرماتے ہیں: مَا أَشْكَلَ عَلَيْنَا أَصْحَابَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيثَ قُط

فَسَأَلْنَا عَائِشَةَ إِلَّا وَجَدْنَا عِنْدَهَا مِنْهُ عِلْمًا

[جامع الترمذی ج2 ص707 باب من فضل عائشہ رضی اللہ عنہا]

ہم کو جب بھی کسی مسئلہ میں الجھن پیش آتی تو ہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھتے، آپ اس کو حل فرمادیتیں۔

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ما رأيت أحدا أعلم بالحلال والحرام والعلم والشعر والطب من عائشة أم المؤمنين

[المستدرک للحاکم: ج 5 ص 14 رقم 6793]

میں نے حلال و حرام، علم و شاعری اور طب میں صدیقہ کائنات امی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو جاننے والا نہیں دیکھا۔ یعنی آپ سب سے بڑی عالمہ تھیں۔

مشہور تابعی امام زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر ازواج مطہرات سمیت تمام لوگوں کے علم کو جمع کیا جائے تو حضرت عائشہ کا علم سب سے زیادہ ہوگا۔

[المستدرک للحاکم: ج 5 ص 18 رقم 6806]

حضرت مسروق رحمہ اللہ سے کسی نے سوال کیا کہ کیا حضرت عائشہ علم فرائض جانتی تھیں؟ آپ نے قسم اٹھا کر فرمایا میں نے بڑے بڑے صحابہ کو دیکھا کہ وہ حضرت عائشہ سے علم فرائض کے متعلق پوچھتے تھے۔

[الطبقات الكبرى لابن سعد ج 2 ص 286]

حضرت عطا فرماتے ہیں: حضرت عائشہ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ فقیہ، سب سے بڑی عالمہ اور سب سے اچھی رائے والی تھیں۔

[المستدرک للحاکم: ج 5 ص 18 رقم 6806]

معلوم ہوا کہ خیر القرون میں صاحب رائے ہونا عیب نہیں، بلکہ فضل و کمال کی دلیل تھی۔

[جاری ہے]

تذکرۃ الاکابر:

آخری حصہ

مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی رحمہ اللہ

مولانا محمد زکریا حفظہ اللہ

عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم:

مفتی صاحب رحمہ اللہ کے فتاوی جات سے درج ذیل امور واضح ہوتے ہیں:

1: حیات فی القبر ثابت ہے یعنی انبیاء کرام علیہم السلام کو اپنی قبروں میں حیات حاصل ہے جو کہ شہداء کی حیات سے اعلیٰ ہے اور شہداء کی حیات نص قطعی سے ثابت ہے [فتویٰ 1، 2]

2: جمہور امت کا نظریہ اور عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے [فتویٰ 3]

3: سماع موتی عام [مردے] ایک مختلف فیہ مسئلہ ہے جو کہ صحابہ کرام کے دور سے چلا آ رہا ہے، ہاں میت کو قبر میں رکھنے کے بعد اس قدر حیات ڈالی جاتی ہے کہ وہ آرام یا تکلیف کو محسوس کرے [یہ جسم مثالی کی نفی ہے فافہم] [فتویٰ 4]

4: اگر کوئی سماع موتی کا عقیدہ رکھے تو اس کی تفسیق و تضلیل کرنا مفسد ہونے کی علامت ہے۔ ولا شک فی فسادہ [فتویٰ 4]

یاد رہے کہ یہ عام مردوں کے بارے میں ہے کیونکہ سماع عند قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وضاحت بعد میں آرہی ہے جس کے مفتی صاحب قائل ہیں۔

5: صلوٰۃ و سلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرشتوں کے ذریعے پہنچایا جاتا ہے اور یہ

صحیح احادیث سے ثابت ہے [فتویٰ 5]

6: اگر یہ عقیدہ رکھا جائے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک میلاد میں حاضر ہوتی ہے تو یہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف ہے۔

7: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن اطہر مبارک جو کہ قبر میں موجود ہے، سے روح کا تعلق ہے اور اس کی مفارقت کا عقیدہ رکھنا باعث توہین ہے نہ کہ موجب تعظیم [جسد مثالی والے حضرات متوجہ ہوں] [فتویٰ 5]

8: روضہ رسول کے قریب کھڑے ہو کر سلام کرنا جائز ہے، غیر نبی کی قبر پر سلام کرنا جائز نہیں۔ معلوم ہوا کہ سماع عند القبر ثابت ہے تب ہی تو جائز ہے۔ [فتویٰ 6]

9: مفتی صاحب نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حیات حاصل ہے لیکن یہ حیات حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر میت کے اطلاق کے منافی نہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وقوع موت کا کوئی بھی منکر نہیں، تو اس وجہ سے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مات یموت موتا کی نسبت جائز ہے۔

10: آپ صلی اللہ علیہ وسلم عالم قبر وبرزخ کے لحاظ سے زندہ ہیں اور عالم دنیا کے اعتبار سے میت ہیں، تب ہی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا گیا جنازہ پڑھا گیا اور قبر مبارک میں دفن کیا گیا۔

عقیدہ تو سل:

مفتی صاحب رحمہ اللہ کا بھی وہی مسلک ہے جو کہ علمائے اہل السنۃ والجماعۃ دیوبند کا ہے کہ وسیلہ بالذوات جائز اور امر مباح ہے، ناجائز، حرام اور شرک نہیں ہے۔ مفتی صاحب کا موقف کفایت المفتی و دیگر کتب سے ذکر کیا جاتا ہے۔

فتویٰ 1: سوال: باوجود خدا کی وحدانیت و قدرت کے قائل ہونے کے بزرگوں کی ارواح طیبہ سے براہ راست مشکل کشائی و حاجت روائی کی التجاء کرنا فعل مستحسن ہے یا نہیں؟

جواب: کسی بزرگ یا پیروں سے اولاد یا رزق یا کوئی حاجت طلب کرنا جائز نہیں ہے۔ حاجت روائی صرف حق تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے، بزرگوں کے وسیلے سے خدائے تعالیٰ سے دعا کرنے میں تو مضائقہ نہیں۔

[کفایت المفتی ج 1 ص 196]

فتویٰ 2: [ایک فتویٰ میں مفتی صاحب کو زید و عمرو کا ایک مکالمہ لکھا گیا ہے اور پھر استفتاء کیا گیا ہے کہ اس میں زید حق پر ہے یا عمرو؟ تو مفتی صاحب نے جواب میں عمرو کی تصحیح و تصدیق فرمائی ہے]

عمرو کا قول: ”اس سے ظاہر ہے کہ حضرات اولیاء اللہ سے جس قسم کی استعانت انہوں نے جائز بتائی ہے اس میں سے قسم اول تو سرے سے استعانت ہی نہیں ہے بلکہ تو سل ہے، جس سے کسی کو بھی انکار نہیں۔“

مفتی صاحب کا جواب: عمرو کا بیان صحیح اور آیات و احادیث و اقوال فقہاء حنفیہ کے موافق ہے الخ

[کفایت المفتی ج 1 ص 194]

فتویٰ 3: یہ فتویٰ قاضی شمس الدین صاحب کی کتاب مسالک العلماء فی حیات الانبیاء سے ماخوذ ہے ملاحظہ ہو:

”اگر کوئی آدمی قبر پر جا کر کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بزرگ کے طفیل میری فلاں حاجت

پوری کر دے تو کیا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: قبر پر جا کر دعا کرنا اور یہ کہنا کہ یا اللہ اس بزرگ کے طفیل میرا فلاں کام پورا کر دے، یہ مباح ہے“

[ص 215، 214]

قارئین کرام! غور فرمائیں کہ مفتی صاحب تو سل بالذوات کے بارے میں کیا فرماتے ہیں اور بعض الناس ان نظریات کو بدعت اور گمراہی سے تعبیر کرتے ہیں!

فرض نمازوں کے بعد دعا:

فرض نماز کے بعد دعائے گننے کے بارے میں مفتی صاحب کی کیا رائے ہے اور علماء و فقہاء امت کی عبارات اس عمل کے بارے میں مفتی صاحب کس انداز سے پیش کرتے ہیں؟ ہم مفتی صاحب ہی کے ایک رسالہ سے اس بات کو واضح کرتے ہیں۔ مفتی صاحب سے اس بارے سوال ہوا تو آپ نے مختصر جواب کو کافی نہ سمجھا بلکہ مستقل ایک رسالہ تحریر فرمایا، جس کا نام ”النفائس المرغوبہ فی حکم الدعاء بعد المكتوبہ“ ہے۔ اس میں آپ نے احادیث اور فقہ کی عبارات ذکر فرمائی ہیں۔ ہم اختصار کے ساتھ کچھ اہم مقامات سے مفتی صاحب کا مسلک آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ مفتی صاحب سے سوال کیا گیا کہ فرض نماز کے بعد دعائے گننا کیسا ہے؟ چونکہ سوال طویل تھا، اس لیے آپ نے جواب میں سوال کے تین حصے بنا لیے۔ ملاحظہ ہو:

”سوال مذکور میں کئی باتیں جواب طلب ہیں۔

1: اول یہ کہ سنت اور نفلوں کے بعد لوگوں کا اجتماعی طور پر دعا کرنا ثابت ہے یا نہیں؟

2: فرضوں کے بعد سنتوں سے پہلے دعائے گننے کا احادیث و فقہ سے ثبوت ہے یا نہیں؟

3: فرضوں کے بعد کس قدر دعا جائز اور ثابت ہے؟

ان باتوں کی توضیح و تفصیل تین فصلوں میں کی جاتی ہے۔“ [الفائس المرغوبہ ص 5]
چونکہ ہمارا موضوع دعا بعد الفرائض ہے، اس لیے ہم فصل دوم کے چند اقتباسات ذکر کرتے ہیں۔ مفتی صاحب لکھتے ہیں:
”فرضوں کے بعد دعائیں کا ثبوت:

اس بارے میں حدیث و فقہ سے اس امر کی شہادت ملتی ہے کہ فرائض کے بعد دعائیں کا طریقہ نہ صرف جائز بلکہ افضل ہے۔“ [الفائس المرغوبہ ص 10]

اس کے بعد مفتی صاحب نے تقریباً 11 احادیث نقل کی ہے کہ فرض نمازوں کے بعد دعائیں کا ثبوت ہے۔ حدیث نمبر 2 کے بعد لکھتے ہیں:
”اس حدیث سے ہر فرض نماز کے بعد دعائیں کا ثبوت ہوتا ہے، خواہ اس کے بعد سنتیں ہو یا نہ ہوں۔ اسی طرح لفظ اذا سلم سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ سنتوں سے پہلے دعا پڑھتے تھے۔“ [الفائس المرغوبہ ص 12]

تمام احادیث نقل کرنے کے بعد مفتی صاحب لکھتے ہیں:
”اور نماز کے بعد اذکار اور دعا کے بارے میں بے شمار روایات کتب حدیث میں موجود ہے، ہم نے صرف ان چند احادیث پر اکتفاء کیا کہ طالب حق کے لیے اس قدر کافی ہے۔“

مزید فرماتے ہیں: ”ان احادیث سے یہ باتیں ثابت ہوئیں:
1: رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد ذکر کرتے اور دعائیں لگتے تھے۔

دیکھو حدیث نمبر 2، 3، 6

2: فرض نماز کے بعد دعا مانگنا ان فرضوں سے مخصوص نہیں ہے جن کے بعد سنتیں نہ ہوں بلکہ تمام حدیثوں میں کل صلوٰۃ (ہر نماز) کا لفظ موجود ہے جو ہر نماز کو شامل ہے۔
3: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ صرف یہی نہ تھی کہ ”اللھم انت السلام ومنک السلام“ پڑھتے ہوں بلکہ اور دعائیں بھی آپ سے صحیح سند سے ثابت ہے۔ دیکھو حدیث نمبر 2 سے 10 تک۔

4: فرضوں کے سلام کے بعد سنتوں سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوائے ”اللھم انت السلام“ کے اور دعائیں بھی جو اس سے بڑی ہیں، پڑھتے تھے۔ دیکھو حدیث نمبر 2، 7، 8، 9، 10، 11، 12، 13، 14، 15، 16، 17، 18، 19، 20، 21، 22، 23، 24، 25، 26، 27، 28، 29، 30، 31، 32، 33، 34، 35، 36، 37، 38، 39، 40، 41، 42، 43، 44، 45، 46، 47، 48، 49، 50، 51، 52، 53، 54، 55، 56، 57، 58، 59، 60، 61، 62، 63، 64، 65، 66، 67، 68، 69، 70، 71، 72، 73، 74، 75، 76، 77، 78، 79، 80، 81، 82، 83، 84، 85، 86، 87، 88، 89، 90، 91، 92، 93، 94، 95، 96، 97، 98، 99، 100، 101، 102، 103، 104، 105، 106، 107، 108، 109، 110، 111، 112، 113، 114، 115، 116، 117، 118، 119، 120، 121، 122، 123، 124، 125، 126، 127، 128، 129، 130، 131، 132، 133، 134، 135، 136، 137، 138، 139، 140، 141، 142، 143، 144، 145، 146، 147، 148، 149، 150، 151، 152، 153، 154، 155، 156، 157، 158، 159، 160، 161، 162، 163، 164، 165، 166، 167، 168، 169، 170، 171، 172، 173، 174، 175، 176، 177، 178، 179، 180، 181، 182، 183، 184، 185، 186، 187، 188، 189، 190، 191، 192، 193، 194، 195، 196، 197، 198، 199، 200، 201، 202، 203، 204، 205، 206، 207، 208، 209، 210، 211، 212، 213، 214، 215، 216، 217، 218، 219، 220، 221، 222، 223، 224، 225، 226، 227، 228، 229، 230، 231، 232، 233، 234، 235، 236، 237، 238، 239، 240، 241، 242، 243، 244، 245، 246، 247، 248، 249، 250، 251، 252، 253، 254، 255، 256، 257، 258، 259، 260، 261، 262، 263، 264، 265، 266، 267، 268، 269، 270، 271، 272، 273، 274، 275، 276، 277، 278، 279، 280، 281، 282، 283، 284، 285، 286، 287، 288، 289، 290، 291، 292، 293، 294، 295، 296، 297، 298، 299، 300، 301، 302، 303، 304، 305، 306، 307، 308، 309، 310، 311، 312، 313، 314، 315، 316، 317، 318، 319، 320، 321، 322، 323، 324، 325، 326، 327، 328، 329، 330، 331، 332، 333، 334، 335، 336، 337، 338، 339، 340، 341، 342، 343، 344، 345، 346، 347، 348، 349، 350، 351، 352، 353، 354، 355، 356، 357، 358، 359، 360، 361، 362، 363، 364، 365، 366، 367، 368، 369، 370، 371، 372، 373، 374، 375، 376، 377، 378، 379، 380، 381، 382، 383، 384، 385، 386، 387، 388، 389، 390، 391، 392، 393، 394، 395، 396، 397، 398، 399، 400، 401، 402، 403، 404، 405، 406، 407، 408، 409، 410، 411، 412، 413، 414، 415، 416، 417، 418، 419، 420، 421، 422، 423، 424، 425، 426، 427، 428، 429، 430، 431، 432، 433، 434، 435، 436، 437، 438، 439، 440، 441، 442، 443، 444، 445، 446، 447، 448، 449، 450، 451، 452، 453، 454، 455، 456، 457، 458، 459، 460، 461، 462، 463، 464، 465، 466، 467، 468، 469، 470، 471، 472، 473، 474، 475، 476، 477، 478، 479، 480، 481، 482، 483، 484، 485، 486، 487، 488، 489، 490، 491، 492، 493، 494، 495، 496، 497، 498، 499، 500، 501، 502، 503، 504، 505، 506، 507، 508، 509، 510، 511، 512، 513، 514، 515، 516، 517، 518، 519، 520، 521، 522، 523، 524، 525، 526، 527، 528، 529، 530، 531، 532، 533، 534، 535، 536، 537، 538، 539، 540، 541، 542، 543، 544، 545، 546، 547، 548، 549، 550، 551، 552، 553، 554، 555، 556، 557، 558، 559، 560، 561، 562، 563، 564، 565، 566، 567، 568، 569، 570، 571، 572، 573، 574، 575، 576، 577، 578، 579، 580، 581، 582، 583، 584، 585، 586، 587، 588، 589، 590، 591، 592، 593، 594، 595، 596، 597، 598، 599، 600، 601، 602، 603، 604، 605، 606، 607، 608، 609، 610، 611، 612، 613، 614، 615، 616، 617، 618، 619، 620، 621، 622، 623، 624، 625، 626، 627، 628، 629، 630، 631، 632، 633، 634، 635، 636، 637، 638، 639، 640، 641، 642، 643، 644، 645، 646، 647، 648، 649، 650، 651، 652، 653، 654، 655، 656، 657، 658، 659، 660، 661، 662، 663، 664، 665، 666، 667، 668، 669، 670، 671، 672، 673، 674، 675، 676، 677، 678، 679، 680، 681، 682، 683، 684، 685، 686، 687، 688، 689، 690، 691، 692، 693، 694، 695، 696، 697، 698، 699، 700، 701، 702، 703، 704، 705، 706، 707، 708، 709، 710، 711، 712، 713، 714، 715، 716، 717، 718، 719، 720، 721، 722، 723، 724، 725، 726، 727، 728، 729، 730، 731، 732، 733، 734، 735، 736، 737، 738، 739، 740، 741، 742، 743، 744، 745، 746، 747، 748، 749، 750، 751، 752، 753، 754، 755، 756، 757، 758، 759، 760، 761، 762، 763، 764، 765، 766، 767، 768، 769، 770، 771، 772، 773، 774، 775، 776، 777، 778، 779، 780، 781، 782، 783، 784، 785، 786، 787، 788، 789، 790، 791، 792، 793، 794، 795، 796، 797، 798، 799، 800، 801، 802، 803، 804، 805، 806، 807، 808، 809، 810، 811، 812، 813، 814، 815، 816، 817، 818، 819، 820، 821، 822، 823، 824، 825، 826، 827، 828، 829، 830، 831، 832، 833، 834، 835، 836، 837، 838، 839، 840، 841، 842، 843، 844، 845، 846، 847، 848، 849، 850، 851، 852، 853، 854، 855، 856، 857، 858، 859، 860، 861، 862، 863، 864، 865، 866، 867، 868، 869، 870، 871، 872، 873، 874، 875، 876، 877، 878، 879، 880، 881، 882، 883، 884، 885، 886، 887، 888، 889، 890، 891، 892، 893، 894، 895، 896، 897، 898، 899، 900، 901، 902، 903، 904، 905، 906، 907، 908، 909، 910، 911، 912، 913، 914، 915، 916، 917، 918، 919، 920، 921، 922، 923، 924، 925، 926، 927، 928، 929، 930، 931، 932، 933، 934، 935، 936، 937، 938، 939، 940، 941، 942، 943، 944، 945، 946، 947، 948، 949، 950، 951، 952، 953، 954، 955، 956، 957، 958، 959، 960، 961، 962، 963، 964، 965، 966، 967، 968، 969، 970، 971، 972، 973، 974، 975، 976، 977، 978، 979، 980، 981، 982، 983، 984، 985، 986، 987، 988، 989، 990، 991، 992، 993، 994، 995، 996، 997، 998، 999، 1000

اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں۔ [النفائس المرغوبہ ص 15، 16 ملخصاً]
اس دعا کے ثبوت پر آٹھ حوالے مختلف کتب فقہ سے نقل فرما کر لکھتے ہیں:
”الحاصل یہ روایات فقہیہ ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ فرض نماز کے بعد امام اور مقتدی سب مل کر دعا مانگیں اور دعا سے فارغ ہو ہاتھ منہ پر پھیریں۔“ [ص 17، 18]
اس کے علاوہ مفتی صاحب نے بہت سے شبہات کے جوابات بھی ذکر فرمائے ہیں، جنہیں ہم نے طوالت سے بچنے کے لیے ذکر نہیں کیا۔ مزید تفصیل مطلوب ہو تو حضرت مفتی صاحب کا رسالہ ”النفائس المرغوبہ فی حکم الدعاء بعد المکتوبہ“ کا مطالعہ فرمائیں۔

تعارف کتب فقہ:

فتاویٰ عالمگیری

مفتی محمد یوسف حفظہ اللہ

تصویر کا اصلی رخ:

گزشتہ شمارے میں فقہ کی معتبر و مستند کتاب ”فتاویٰ عالمگیری“ پر ایک غیر معتبر شخص کے ایک اعتراض کا جائزہ پیش کیا گیا تھا۔ اب دوسری قسط میں بھی جناب موصوف کی ایک اور غلط فہمی کا ازالہ کیا جائے گا۔ جناب موصوف عبید اللہ خان صاحب نے علمی بے مائیگی کا ثبوت دیتے ہوئے دانستہ یا نادانستہ فقہ کے ایک اہم مسئلہ پر لب کشائی کی ہے۔ جناب کی تحقیق چونکہ لائق التفات ہی نہیں چہ جائیکہ ان کے الزامات کو وقعت دی جائے، اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تصویر کا اصلی رخ عوام کے سامنے رکھ دیا جائے تاکہ پڑھنے والے خود فیصلہ کر لیں کہ حقیقت حال کیا ہے؟!

دس درہم سے کم کی چوری پر ہاتھ کاٹنا:

فاضل معترض نے اس اعتراض میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حدیث شریف میں چور کا ہاتھ کاٹنے کی کم از کم مالیت تین درہم بتائی گئی ہے جبکہ فتاویٰ عالمگیری کا مسئلہ اس کے خلاف ہے۔ اپنے اعتراض میں جان پیدا کرنے کے لیے موصوف نے پہلے یہ حدیث ذکر کی ہے: عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَطَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حُجَّتِهِ ثَمَنَهُ ثَلَاثَةَ دَرَاهِمَ

[صحیح البخاری]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چور کا ہاتھ تین درہم کی ڈھال میں کاٹا تھا۔

اس کے بعد فتاویٰ عالمگیری کی یہ عبارت نقل کی: أَقْلُ النَّصَابِ فِي السَّرِقَةِ عَشْرَةُ دَرَاهِمٍ۔ کہ سرقہ (چوری) کا کم سے کم نصاب دس درہم ہے۔

فتاویٰ عالمگیری ج 2 ص 189 الباب الأول في بيان السرقة وما تظهر به

اصل حقیقت کیا ہے؟

یہ بات ڈھکی چھپی نہیں کہ مال و دولت انسان کو بہت محبوب ہے، انسانی طبیعت اس کی طرف میلان رکھتی ہے۔ اس کے حصول کے لیے انسان بہت جان سوزی کرتا ہے اگر شریعت کے اصول و ضوابط دستگیری نہ کرتے تو سیم و زر کے شیدائی علانیہ طور پر ڈاکہ زنی کرتے پھرتے۔ اسی ممکنہ فساد کی روک تھام اور انسانیت کے مال و جان کے تحفظ کے لیے خالق کائنات نے چور کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا ہے۔ اس موقع پر یہ سوال جنم لیتا ہے کہ کتنی مالیت کے چرانے پر چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا؟ اس بارے میں اصول اور بنیاد کی حیثیت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان مبارک ہے:

[لا تقطع يد السارق فيما دون المعلن سنن النسائي ج 2 ص 258]

کہ چوری کرنے والے کا ہاتھ ایک ڈھال کی قیمت سے کم میں نہ کاٹا جائے۔

اور اسی فیصلے پر عہد رسالت میں عمل ہوا۔ چنانچہ امی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کسی چور کا ہاتھ ایک ڈھال کی قیمت سے کم میں نہیں کاٹا گیا۔

[بخاری کتاب الحدود ج 2 ص 1004]

مذکورہ دو احادیث سے یہ عقدہ تو حل ہو گیا کہ ایک ڈھال کی قیمت کے برابر مال چرانے

پر چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ باقی رہا یہ مسئلہ کہ عہد نبوت و عہد صحابہ میں ڈھال کی قیمت کتنی تھی؟ اس سلسلے میں روایات مختلف ہیں۔ مثلاً

1: عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَطَعَ فِي حِجْنٍ ثَمْنَهُ ثَلَاثَةُ دَرَاهِمٍ۔
[صحیح البخاری ج 2 ص 1004]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈھال (کے چرانے) میں چور کا ہاتھ کاٹا تھا جس کی قیمت تین درہم تھی۔
2: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک دینار کے چوتھائی حصے یا کچھ زائد (کے چرانے) میں ہاتھ کاٹنا ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ جلد 14 ص 365

3: حضرت انس سے مروی ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ایک ڈھال کے چرانے میں چور کا ہاتھ کاٹا تھا جس کی قیمت پانچ درہم تھی۔ [سنن النسائي ج 2 ص 257]

4: عَنْ أَيْمَنِ قَالَ: يَقْطَعُ السَّارِقُ فِي ثَمَنِ الْمَجْنِ وَكَانَ ثَمَنُ الْمَجْنِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِينَارًا أَوْ عَشْرَةَ دَرَاهِمٍ۔ [سنن النسائي ج 2 ص 259]

ترجمہ: حضرت ایمن سے روایت ہے کہ چور کا ہاتھ ایک ڈھال کے چرانے میں کاٹا جائے گا اور رسول اللہ کے زمانے میں ڈھال کی قیمت ایک دینار یا دس درہم تھی۔ ڈھال کی قیمت کے بارے میں مذکورہ احادیث باہم مخالف ہیں، اس لیے ایسا حل تلاش کرنا ضروری ہے جسے اپنانے کی صورت میں کسی بھی حدیث کا انکار لازم نہ آئے۔
اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو کہ وہ احادیث کے مختلف ہونے کی صورت میں منشاء نبوی کو سامنے رکھ کر ایسا حل تلاش کرتے ہیں کہ تمام احادیث پر عمل کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

ڈھال کی قیمت چونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مختلف اوقات میں بدلتی رہی ہے۔ ابتداء میں ڈھال کی قیمت تین دراهم تھی۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دراهم کی چوری پر چور کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا تھا۔ اس کے بعد قیمت میں اضافہ ہوا تو بڑھ کر پانچ دراهم ہو گئی۔ پھر کچھ عرصہ بعد ڈھال کی قیمت مزید بڑھ کر دس دراهم تک پہنچ گئی۔ اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے ابتداء اسلام میں اونٹ کے سستا ہونے کی وجہ سے دیت کی قیمت آٹھ سو دینار یا آٹھ ہزار درہم تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور میں اسی پر عمل ہوتا رہا مگر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جب اونٹ کا نرخ بڑھ گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے دیت کی قیمت آٹھ سو دینار یا آٹھ ہزار درہم سے بڑھا کر ایک ہزار دینار یا بارہ ہزار درہم مقرر فرمادی۔

[ابو داؤد ص 900 باب الدیۃ کم ہی؟]

بالکل یہی مسئلہ ڈھال کا تھا، اس کی قیمت بھی بدلتے زمانے کے ساتھ بڑھتے بڑھتے دس درہم ہو گئی تھی۔ فقہ حنفی میں جو چوری کا نصاب درس درہم لکھا ہے یہ فقہا اختلاف کی ذاتی رائے ہر گز نہیں بلکہ یہ تو احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور بہت جلیل القدر صحابہ و تابعین کرام کا مذہب ہے۔ چنانچہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: لا یقطع الکف فی اقل من دینار او عشرة دراهم۔ کہ چور کا ہاتھ ایک دینار یا دس دراهم سے کم مالیت میں نہ کاٹا جائے گا۔

[عبد الرزاق ج 9 ص 520]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے: لا یقطع السارق فی دون ثمن المجن و ثمن المجن عشرة دراهم۔ چور کا ہاتھ ڈھال کی قیمت سے کم مالیت میں نہ

کاٹا جائے اور ڈھال کی قیمت دس دراهم ہے۔ [مصنف ابن ابی شیبہ ج 14 ص 371]

عن القاسم قال: اتى عمر بسارق فامر بقطعه فقال عثمان: ان سرقته لا

تسوي عشرة دراهم قال فامر بها عمر فقومت ثمانية دراهم فلم يقطه

مصنف ابن ابی شیبہ جلد 14 ص 373 واللفظ له و مصنف عبد الرزاق ج 9 ص 521

اس کا مفہوم یہ ہے کہ سیدنا عمر کی خدمت میں ایک چور لایا گیا تو آپ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم صادر فرمایا۔ (یہ سن کر) سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سامان سرقہ دس دراهم کی مالیت کے برابر نہیں ہے۔ بعد میں اس کی قیمت لگائی گئی تو وہ آٹھ دراهم کے برابر نکلا، اس وجہ سے چور کا ہاتھ نہیں کاٹا گیا۔ عجیب بات یہ ہے کہ جو مسئلہ حدیث شریف سے ثابت ہو، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اس پر عمل ہو اور تابعین حضرات کا مذہب ہو وہ صرف فتاویٰ عالمگیری میں نقل کرنے سے خلاف حدیث کیسے بن گیا؟ ہاں یوں کہہ سکتے ہیں کہ یہ مسئلہ حدیث کے تو نہیں البتہ اہل حدیث کے خلاف ہے، کیوں کہ ان کو فقہ سے اللہ واسطے کا بیر ہے۔

قارئین کرام! علماء احناف نے تو ڈھال کی قیمت سے متعلق مختلف احادیث میں سے کسی ایک حدیث کو دلائل کی قوت کی بنیاد پر ترجیح دی ہے، اس بات کا انکار حدیث یا مخالفت حدیث سے دور کا بھی تعلق نہیں اور اختلاف احادیث کی صورت میں اجتہاد کے ذریعے ایک حدیث کو رائج قرار دینا یہ اہل علم کا طریقہ ہے۔ موصوف کا چونکہ اہل علم میں شمار نہیں ہوتا اس لیے ایسی بچکانہ باتیں فرمادیتے ہیں۔

محبت اور اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

مولانا محمد ارشد سجاد حفظہ اللہ

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ کسی بھی شخص کا ایمان اس وقت کامل اور مکمل نہیں ہو سکتا جب تک وہ سرکارِ دو عالم رحمت کائنات محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم سے دل کی گہرائیوں سے محبت اور عشق نہ رکھے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ، دیگر ضروریات دین اور قطعیات اسلام پر ایمان لانا ضروری ہے اسی طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدس پر بھی ایمان لانا ضروری ہے۔ اور یہ آپ کی ذات مبارکہ سے محبت کے بغیر ممکن ہی نہیں اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے۔ قرآن کریم میں حق تعالیٰ نے ماں باپ، اولاد، تجارت اور اموال کے ساتھ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ محبت کی صورت میں عذاب کے انتظار کی وعید بیان فرمائی ہے۔

[سورۃ التوبہ: 24]

جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے ان تمام مذکورہ چیزوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ کے ساتھ زیادہ محبت ہونا ایمان کے لیے ضروری ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی ارشاد فرمایا:

“لَا يَأْتِيَنَّ مِنْ أَحَدِكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنَ وَالِدَيْهِ وَوَلَدَيْهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ”

[بخاری]

ترجمہ: جب تک میں تمہیں اپنی اولاد و والدین اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں اس وقت تک تم میں سے کسی کا ایمان کامل نہیں ہو سکتا۔

بہر حال یہ ایک ایسا عقیدہ ہے جس میں کسی بھی ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان کو ذرہ برابر بھی اختلاف یا شبہ نہیں ہے۔ چودہ سو سال کے تمام مسلمان عوام و خواص خصوصاً اکابر علماء دیوبند جو اس دور میں بلا شک و شبہ ”ما انا علیہ واصحابی“ کے حقیقی ترجمان ہیں۔ وہ سب کے سب بلا اختلاف و اشتباہ اس عقیدہ سنیہ پر متفق و متحد ہیں اور اس کو نہ صرف دل و جان سے تسلیم کرتے ہیں بلکہ تحریراً و تقریراً اور علماء و عملاً ہر طرح سے اس کی اشاعت و اظہار میں پیش پیش ہیں۔ ان کی تقاریر اور تصانیف اس پر شاہد عدل ہیں حق تعالیٰ نے انہیں قرآن و سنت کا صحیح ترجمان و پاسان بنا کر امت کی قیادت و سیادت کا شرف عطا فرمایا ہے۔ امام الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کے رسول ہونے کے ناطے امت پر بے شمار حقوق ہیں۔ بالخصوص آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے الفت و محبت، تعظیم و توقیر، اتباع و اطاعت اور آپ کی سنتوں سے محبت کرنا ہے۔ ذیل میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور حضرات اکابر علماء دیوبند کی ذات نبوت سے عقیدت و اطاعت کا مختصر منظر پیش خدمت ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عشق:

صلح حدیبیہ کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مصالحت کی غرض سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اپنا نمائندہ بنا کر مکہ بھیجا۔ تفصیلی بات چیت کے بعد قریش مکہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے یہ پیشکش کی کہ اگر آپ خود عمرہ کرنا چاہتے ہیں تو ہماری طرف سے آپ کو اجازت ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ کیسے ممکن ہے کہ میرے آقا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو طواف سے روک دیا جائے اور میں خود طواف کر لوں؟ قریش مکہ کے دلوں پر یہ بات بجلی بن کر گری۔

وہ تصور بھی نہیں کر سکتے تھے کہ غلامان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو عشق و ادب میں اتنا مقام نصیب ہو چکا ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ جب واپس تشریف لائے تو بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ کیا آپ طواف کر آئے ہیں؟ تو آپ نے جواب دیا اللہ کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر میں وہاں ایک سال بھی ٹھہرا رہتا اور میرے آقا حبیبہ میں ہوتے تو میں اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر طواف نہ کرتا۔

غزوہ بدر کے موقع پر مقام صفراء میں حضرت مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے رسول خدا صلی اللہ علی وسلم جس چیز کا اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے اس کو انجام دیجیے ہم سب آپ کے ساتھ ہیں۔ خدا کی قسم ہم بنی اسرائیل کی طرح یہ ہرگز نہیں کہیں گے اے موسیٰ! آپ اور آپ کا رب جا کر لڑیں ہم تو یہیں بیٹھیں ہیں۔ بلکہ ہم بنی اسرائیل کے برعکس یہ کہیں گے ہم بھی آپ کے ساتھ مل کر جہاد و قتال کریں گے بلکہ ہم آپ کے دائیں بائیں اور آگے پیچھے سے لڑیں گے۔ راوی حدیث حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ میں نے اس وقت دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور فرط مسرت سے چمک اٹھا۔

بنو دینار کی ایک خاتون صحابیہ رضی اللہ عنہا ایسی تھیں جن کا بھائی، شوہر، اور باپ جنگ احد میں شہید ہو گئے۔ وہ کہتی تھیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت بتلاؤ تو لوگوں نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بفضلہ تعالیٰ صحیح و سلامت ہیں وہ کہنے لگیں کہ مجھے دکھاؤ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں؟ جب دور سے آقائے کون و مکان محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو بے اختیار پکار اٹھیں ”کل مصیبة بعدک

حَلّ “آپ سلامت ہیں تو سب کچھ برداشت ہے۔

علماء دیوبند کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم

قطب الاقطاب حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ اپنے دور میں علماء حق کے سرخیل تھے۔ ان سے کسی نے پوچھا: حضرت! اگر آپ کو معلوم ہو جائے کہ آپ کی ایک دعا قبول ہوگی تو آپ کیا دعا کریں گے؟ فرمانے لگے میں دعا کروں گا اے اللہ! حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو عشق و محبت تھامجھے بھی اس میں سے کچھ حصہ مل جائے۔

بانی دارالعلوم دیوبند قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ مدینہ منورہ داخل ہوئے تو جذب و کیف کا ایک عجیب عالم ان پر طاری ہوا۔ جوتے اتار دیے اور ننگے پاؤں چلنے لگے، پاؤں راستے کے کنکروں اور پتھروں سے لہو لہان ہو گئے۔ لیکن اس کی پروا تک نہ تھی۔ ایک طرف ادب و احترام میں ان کا یہ مقام تھا اور دوسری طرف اتباع سنت کا اس قدر خیال تھا کہ جب جہاد آزادی میں حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کی گرفتاری کا وارنٹ جاری ہوا تو تین دن تک روپوش رہے۔ اور پھر برسر عام چلنے پھرنے لگے، عقیدت مندوں نے بڑی منت سماجت کی کہ آپ روپوش رہیں۔ آپ فرمانے لگے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تین دن تک غارِ ثور میں روپوش رہے تھے اس سنت پر عمل ہو گیا معلوم نہیں پھر اس سنت پر عمل کا موقع ہاتھ آتا ہے یا نہیں۔ اس لیے تین دن سے زیادہ روپوشی اختیار نہیں کی اور اس طرح ایک سنت پر عمل کرنے کے لیے حضرت نانوتوی رحمہ اللہ نے گرفتاری کا خطرہ مول لیا۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ میں

تین دن تک صبح سے رات تک اپنے تمام اعمال کا بغور جائزہ لیتا رہا دیکھنا یہ تھا کہ کتنی اتباع سنت ہم لوگ عادت کرتے ہیں اور کتنی اتباع کی توفیق علم حاصل کرنے کے بعد ہوئی اور کتنی باتوں میں اب تک محرومی ہے، تین دن تک تمام امور زندگی اور معمولات شب و روز کا جائزہ لینے کے بعد اطمینان ہو گیا کہ الحمد للہ معمولات میں کوئی عمل خلاف سنت نہیں۔ حضرت مولانا عاشق الہی مہاجر مدنی رحمہ اللہ، فخر الحدیثین العلم حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ کی سوانح میں رقم فرماتے ہیں: میں سمجھتا ہوں آپ کی طبیعت کو قدرت نے اتباع سنت کا سانچہ بنا دیا تھا۔ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وہ محبت جو خون کی طرح آپ کی رگ میں جاری و ساری تھی۔ آپ کی مبارک طویل زندگی کے لمحہ لمحہ کو ایک بے نظیر کرامت بنائے ہوئے تھی۔ آپ کی عمر بھر دینی خدمت میں انہماک حدیث میں تبحر، فقہ میں اجتہاد، تحریر و تقریر میں اشاعت دین، حرکت و سکون میں اظہار حق، قیام و قعود میں اتباع سنت لازمی و متعدی نفع دین کا تو بے پایاں سمندر تھا جس میں کوئی بھی غوطہ لگانے والا غواص موتیوں سے کبھی بھی محروم نہیں رہا۔ اور اس بنا پر مجھے یہ کہنے کا حق ہے کہ:

اولئک آبائی فجئنی، مثلہم، اذا جمعتنا یا جریر المحامع [تذکرہ]

الخلیل

ص 379

اے جریر! یہ ہیں میرے آباء و اجداد، ان کی مثل لا کر دکھاؤ جب مجھے ہی جمع کریں۔ یہ ہیں اکابرین دیوبند جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے اطاعت و تابعداری کا بے مثال جذبہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص محبت والفت نصیب

فرمائے۔ آمین

نماز اہل سنت والجماعت

متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھسن حفظہ اللہ

نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا :

1: عَنْ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلَاةُ مَثْنَى مَثْنَى تَشْهَدُ فِي كُلِّ رَكْعَتَيْنِ وَتَخْشَعُ وَتَضَرَّعُ وَتَمْسُكُنَّ وَتَقْنِعُ يَدَيْكَ يَقُولُ تَرْفَعُهُمَا إِلَى رَبِّكَ مُسْتَقْبِلًا يَبْطُو بِهِمَا وَجْهَكَ وَتَقُولُ يَا رَبِّ يَا رَبِّ وَمَنْ لَمْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَهُوَ كَذَّاءٌ كَذَّاءٌ .

(جامع الترمذی ج 1 ص 87 باب ما جاء في التشفع في الصلوة، المعجم الكبير للطبرانی ج 8 ص 26 رقم الحديث 15154)

ترجمہ: حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز دو دو رکعت ہے، ہر دو رکعت میں تشهد پڑھنا ہے، عاجزی، انکساری اور مسکینی ظاہر کرنا ہے، اپنے دونوں ہاتھ اپنے رب کی طرف اس طرح اٹھاؤ کہ ان کی ہتھیلیاں تمہارے چہرے کی طرف ہوں اور کہو کہ اے رب! اے رب! اور جس نے ایسا نہ کیا اس کی نماز ایسی ہے، ایسی ہے (یعنی ناقص و نامکمل ہے)

2: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَفَعَ يَدَهُ بَعْدَ مَا سَلَّمَ وَهُوَ مُسْتَقْبِلُ الْقِبْلَةِ فَقَالَ اللَّهُمَّ خَلِّصِ الْوَلِيدَ بْنَ الْوَلِيدِ .

(تفسیر ابن ابی حاتم ج 3 ص 123 رقم الحديث 5906، تحت قوله تعالى: لَا يَسْتَطِيعُونَ حِينْلَهُ تفسیر ابن کثیر ص 522 تحت قوله تعالى: فَأُولَئِكَ عَسَى اللَّهُ أَنْ يَعْفُو عَنْهُمْ)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے نماز کا سلام پھیرنے کے بعد قبلہ کی طرف رخ کرنے کی حالت ہی میں ہاتھ اٹھائے اور یہ دعا فرمائی: اے اللہ! ولید بن ولید کو نجات دے۔

3: عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي يَحْيَى قَالَ رَأَيْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَرَأَى رَجُلًا رَافِعًا يَدَيْهِ يَدْعُو قَبْلَ أَنْ يَفْرُغَ مِنْ صَلَوَتِهِ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْهَا قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَتَّى يَفْرُغَ مِنْ صَلَوَتِهِ۔

(المعجم الكبير للطبرانی ج 11 ص 22 رقم الحديث 90 قطعة من المفقود، الاحاديث المختارة للمقدسی ج 9 ص 336 رقم الحديث 303)

ترجمہ: حضرت محمد بن ابی یحٰیٰ سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ نماز پوری کرنے سے پہلے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگ رہا تھا۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہونے سے پہلے اپنے ہاتھ اٹھا کر دعا نہ مانگتے تھے (یعنی نماز سے فارغ ہونے کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے تھے)

مردوں اور عورتوں کی نماز میں فرق

شریعت اسلامیہ میں احکام خداوندی کے مخاطب مرد و عورت دونوں ہیں۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کے احکام جس طرح مردوں لئے ہیں عورتیں بھی اس سے مستثنیٰ نہیں لیکن عورت کی نسوانیت اور پردہ کا خیال ہر مقام پر رکھا گیا ہے۔ ان عبادات کی ادائیگی میں عورت کے لئے وہ پہلو اختیار کیا گیا ہے جس میں اسے مکمل پردہ حاصل ہو۔

ایمان کے بعد سب سے بڑی عبادت ”نماز“ ہے۔ اس کے بعض احکام مشترک ہونے کے باوجود بعض تفصیلات میں واضح فرق ملتا ہے۔ ذیل کی احادیث اس

فرق کو واضح بیان کرتی ہیں۔

1: عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ جِئْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ --- فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا وَائِلُ بْنُ حُجْرٍ! إِذَا صَلَّيْتَ فَاجْعَلْ يَدَيْكَ حَذْوُ أَذْنَيْكَ وَالْمَرْأَةَ تَجْعَلُ يَدَيْهَا حَذَاءَ أَذْنَيْيْهَا۔

(المعجم الكبير للطبرانی ج 9 ص 144 رقم الحديث 17497، مجمع الزوائد للهيثمی ج 2 ص 272 باب رفع الیدین، رقم الحديث 2594، جامع الاحادیث للسيوطی ج 23 ص 439 رقم الحديث 26377)

ترجمہ: حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے وائل بن حجر! جب تم نماز پڑھو تو اپنے کانوں کے برابر ہاتھ اٹھاؤ اور عورت اپنے ہاتھوں کو چھاتی کے برابر اٹھائے۔

2: عَنْ يَزِيدَ بْنِ حَبِيبٍ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلَى أَمْرَاتَيْنِ تَصْلِيَانِ فَقَالَ إِذَا سَجَدْتُمَا فَضْمًا بَعْضُ اللَّحْمِ إِلَى الْأَرْضِ فَإِنَّ الْمَرْأَةَ لَيْسَتْ فِي ذَلِكَ كَالرَّجُلِ۔

(مراسیل ابی داؤد ص 28، السنن الكبرى للبيهقي ج 2 ص 223 باب ما يستحب للمرأة الخ، جامع الاحادیث للسيوطی ج 3 ص 233 رقم الحديث 2110)

ترجمہ: حضرت یزید بن حبیب رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو عورتوں کے قریب سے گزرے جو نماز پڑھ رہی تھیں۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم سجدہ کرو تو جسم کا کچھ حصہ زمین سے ملا لیا کرو کیونکہ عورت کا حکم اس میں مرد کی طرح نہیں ہے۔

3: عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ صَاحِبِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ --- كَانَ يَأْمُرُ الرَّجَالَ أَنْ يَتَجَاوَزُوا فِي سُجُودِهِمْ وَيَأْمُرُ النِّسَاءَ أَنْ يَتَخَفَضْنَ وَكَانَ يَأْمُرُ الرَّجَالَ أَنْ يَغْرِشُوا الْيُسْرَى وَيَنْصَبُوا الْيُمْنَى فِي التَّشَهُّدِ وَ

يَأْمُرُ النِّسَاءَ أَنْ يَتَرَبَّعْنَ۔

(السنن الكبرى للبيهقي ج 2 ص 222.223 باب ما يستحب للمراة الخ، التوبيع الموضوعي للاحداث ص 2639)

ترجمہ: صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مردوں کو حکم فرماتے تھے کہ سجدے میں (اپنی رانوں کو پیٹ سے) جدا رکھیں اور عورتوں کو حکم فرماتے تھے کہ خوب سمٹ کر (یعنی رانوں کو پیٹ سے ملا کر) سجدہ کریں۔ مردوں کو حکم فرماتے تھے کہ تشہد میں بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھیں اور دایاں پاؤں کھڑا رکھیں اور عورتوں کو حکم فرماتے تھے کہ چہار زانو بیٹھیں۔

4: عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَلَسْتَ الْمَرْأَةُ فِي الصَّلَاةِ وَضَعْتَ فُجْدَهَا عَلَى فُجْدِهَا الْأُخْرَى فَإِذَا سَجَدْتَ أَلَصَقَتْ بَطْنَهَا فِي فُجْدِهَا كَأَسْتَرٍ مَا يَكُونُ لَهَا فَإِنَّ اللَّهَ يَنْظُرُ إِلَيْهَا وَيَقُولُ يَا مَلَأَتْكِ أَسْهَدُكُمْ أَنِّي قَدْ غَفَرْتُ لَهَا۔

(الكامل لابن عدى ج 2 ص 501، رقم الترجمة 399، السنن الكبرى للبيهقي ج 2 ص 223 باب ما يستحب للمراة الخ، جامع الاحاديث للسيوطي ج 3 ص 43 رقم الحديث 1759)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”جب عورت نماز میں بیٹھے تو اپنی ایک ران دوسری ران پر رکھے اور جب سجدہ کرے تو اپنا پیٹ اپنی رانوں کے ساتھ ملا لے جو اس کے لئے زیادہ پردے کی حالت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی طرف دیکھتے ہیں اور فرماتے ہیں: اے میرے ملائکہ! گواہ بن جاؤ میں نے اس عورت کو بخش دیا۔

5: عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُقْبَلُ صَلَاةُ الْحَائِضِ إِلَّا بِخِمَارٍ۔

(جامع الترمذی ج 1 ص 86 باب ماجاء لا تقبل صلوٰۃ الحائض الا بخمار ، سنن ابی داؤد ج 1 ص 101 باب المرأة تصلى بغير خمار)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بالغہ عورت کی نماز اوڑھنی کے بغیر قبول نہیں ہوتی۔“

6: قَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِذَا سَجَدْتَ الْمَرْأَةُ فَلْتَضُمَّ فَخَذَيْهَا۔

(السنن الکبری للبیہقی ج 2 ص 222 باب ما يستحب للمرأة الخ ، مصنف ابن ابی شیبہ ج 2 ص 504 ، المرأة كيف تكون في سجودها، رقم الحديث 2793، مصنف عبد الرزاق ج 3 ص 50 باب تكبير المرأة يیدبا الخ ، رقم الحديث 5086)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عورت جب سجدہ کرے تو اپنی رانوں کو ملائے (یعنی خوب سمٹ کر سجدہ کرے)

7: عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ صَلَاةِ الْمَرْأَةِ فَقَالَ تَجْتَمِعُ وَتَحْتَفِزُ

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 2 ص 505، المرأة كيف تكون في سجودها، رقم الحديث 2794)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے عورت کی نماز سے متعلق سوال کیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا خوب اکٹھی ہو کر اور سمٹ کر نماز پڑھے۔

8: عَنْ نَافِعٍ أَنَّ صَفِيَّةَ كَانَتْ تُصَلِّي وَهِيَ مُتَرَبِّعَةٌ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 2 ص 506، في المرأة كيف تجلس في الصلوة، رقم الحديث 2800)

ترجمہ: حضرت نافع رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت صفیہ رحمۃ اللہ علیہا (زوجہ ابن عمر رضی اللہ عنہ) نماز پڑھتی تو چہرہ زانو ہو کر بیٹھتی تھیں۔

فکر آخرت کے تقاضے

ترتیب و عنوانات: مفتی شبیر احمد حقانی

حضرت الشیخ، متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ کا چھوٹا صاحبزادہ عبدالرحیم 5 جنوری 2013ء بروز ہفتہ شدید علالت کے بعد انتقال کر گیا، انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مرحوم کی نماز جنازہ سے قبل حضرت متکلم اسلام حفظہ اللہ نے شرکاء جنازہ سے خطاب فرمایا جو پیش خدمت ہے۔

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه
ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن
يضل فلا هادي له ونشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له ونشهد ان سيدنا
ومولانا محمدا عبده ورسوله اما بعد فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم بسم الله
الرحمن الرحيم، اَعْلَمُوا اَنَّهَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهُمْ وَزِينَةٌ وَتَفَاخُرٌ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ
فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ

[سورة الحديد: 20]

قال النبي صلى الله عليه وسلم: الموت تحفة المؤمن

[كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال، رقم 42138]

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلَى آلِ
اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مُّجِيْدٌ۔ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى
اِبْرَاهِيْمَ وَعَلَى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مُّجِيْدٌ۔

احسانات خداوندی کی بارش:

اللہ رب العزت کا بہت بڑا کرم اور احسان ہم پر یہ ہے کہ اس نے ہمیں

انسان بنایا، حق جل مجدہ کا بہت بڑا کرم و احسان یہ ہے کہ ہمیں مسلمان بنایا، اللہ رب العزت کا بہت بڑا کرم و احسان ہے کہ خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی بنایا ہے۔ یہ تین نعمتیں حق جل مجدہ کی ہم پر بنیادی نعمتیں ہیں، اس کے علاوہ کتنی نعمتیں ہیں جن کے بارے میں قرآن کریم کا اعلان ہے:

وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللَّهِ لَا تَحْصُوهَا [سورة ابراهيم: 34]

اگر تم اللہ کی نعمتیں شمار کرو تو تم شمار نہیں کر سکتے۔

میں موت کے موقع پر اس قدر نعمتوں کا تذکرہ اس لیے کر رہا ہوں کہ اگر انسان کے ذہن میں اللہ رب العزت کے انعامات ہوں تو پھر اللہ کی طرف سے دی گئی ہلکی ہلکی تکالیف انسان کو محسوس نہیں ہوتیں، اور اگر بندہ اللہ کی طرف سے آنے والی تکالیف کا تذکرہ تو کرے لیکن نعمتوں کا تذکرہ نہ کرے تو یہ بہت بڑی ناشکری، ناانصافی اور زیادتی ہوگی۔

عام انسان کا مزاج:

اللہ رب العزت نے عام انسان کا مزاج یہ بیان فرمایا:

فَأَمَّا الْإِنْسَانُ إِذَا مَا ابْتَلَاهُ رَبُّهُ فَأَكْرَمَهُ وَنَعَّبَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَكْرَمَنِ

[سورة الفجر: 15]

کہ جب اللہ انسان کو نعمتیں عطا فرمائے تو انسان کہتا ہے: اللہ نے میرے اوپر بہت بڑا کرم فرمایا ہے۔

وَأَمَّا إِذَا مَا ابْتَلَاهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَهَانَنِ

[سورة الفجر: 16]

اور جب اللہ اس کو امتحان میں ڈالے اور کچھ نعمتیں لے لے تو یہ کہتا ہے: خدا

نے مجھے ذلیل کر کے رکھ دیا ہے۔

کس قدر ظلم کی بات ہے کہ اللہ عطا فرمائے تو خوشی کا اظہار کرے اور اللہ کچھ لے لے تو انسان اس پر دکھ کا اظہار کرے، ایک ہوتا ہے طبعاً دکھ اور خوشی کا محسوس ہونا اور ایک ہوتا ہے دکھ اور خوشی کا ضرورت سے زیادہ اظہار کرنا، یہ دو باتیں الگ الگ ہیں۔

رضا بالقضاء:

حضرت الشیخ مجدد الف ثانی سرہندی فاروقی رحمہ اللہ اپنے ایک مکتوب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک وقت میرے اوپر ایسا آیا کہ اگر کوئی خوشی کا موقع ہوتا تو مجھے خوشی محسوس نہ ہوتی اور اگر کوئی دکھ کا موقع ہوتا تو مجھے کوئی دکھ محسوس نہ ہوتا، لیکن میں نے تکلف اپنے اوپر خوشی کا اظہار بھی کیا اور دکھ کا اظہار بھی کیا۔ کیوں؟ اس لیے کہ خوشی کے موقع پر خوش ہوتا اور دکھ کے موقع پر غمزدہ ہونا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے تو اگر اتنی بڑی سنت مجھ سے چھوٹ جائے تو کتنا بڑا دکھ ہوگا، اس لیے فرماتے کہ خوشی کے موقع پر میں تکلف خوش ہوتا اور غم کے موقع پر تکلف کر کے غم کا اظہار کرتا، حالانکہ مجھے نہ خوشی پر خوشی محسوس ہوتی نہ دکھ پر دکھ محسوس ہوتا یعنی میں رضا بالقدر کی ایسی کیفیت سے گزر رہا تھا کہ میرے سامنے دکھ اور خوشی کے اسباب مساوی ہو گئے تھے۔ اللہ رب العزت ہمیں یہ بات سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

دکھ انسان پر آتا ہے لیکن دکھ کے وقت بھی اللہ کے انعامات و احسانات کو یاد رکھے تو پھر دکھ بندے کو ضرورت سے زیادہ محسوس نہیں ہوتا اور بنیادی بات جو یاد رکھنے کی ہے وہ میں نے عرض کی کہ ہم انسان بھی ہیں، مسلمان بھی ہیں اور خاتم الانبیاء محمد عربی

صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی بھی ہیں۔ کچھ انسانیت کے تقاضے ہیں اور کچھ تقاضے مسلمان ہونے کے ہیں اور پھر کچھ تقاضے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونے کے ہیں۔ اللہ انسان کو جتنا بڑا منصب عطا فرمائے اتنے بڑے منصب کا انسان کو خیال بھی رکھنا چاہیے۔

منصب کا تقاضا:

حضرت محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ کے بارے میں ہے کہ جب حجام کے پاس جاتے اپنی حجامت بنوانے کے لیے تو اس وقت کے حساب سے حجام کی جو اجرت ہوتی تھی حضرت کئی گنا اس سے زیادہ دیتے۔ کوئی شخص پوچھتا کہ حضرت مزدوری مثلاً دس درہم تھی، آپ نے پچاس کیوں دیئے؟ تو حضرت امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے: یہ میرے منصب کا تقاضا ہے۔ میں زائد اس لیے دیتا ہوں کہ اس کے دل میں علماء کی عظمت بیٹھے۔ عالم وہ نہیں جو حجام کے پاس جائے اور کہے: ”میرے کولوں وی دس لیزے نیں“ [مجھ سے بھی دس روپے لینے ہیں] اپنے علم کو درہم پر فروخت کرتا ہے۔ یہ عالم کی غیرت کے خلاف ہے۔

انسانیت کا تقاضا:

میں بتا رہا تھا کہ بعض چیزیں ایسی ہیں کہ جن کا تعلق انسانیت کے ساتھ ہے، بحیثیت انسان بندہ ان کاموں کو نہیں کر سکتا۔ اس پر ایک آپ چھوٹی سی مثال ذہن نشین فرمائیں۔ مسئلہ بھی ہے اور مثال بھی کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار کم و بیش انبیاء کرام علیہم السلام میں سے کسی نبی کے حرم میں فاحشہ، بدکردار اور زانیہ عورت نہیں آئی، لیکن ایسے انبیاء گزرے ہیں کہ جن کے حرم میں کافرہ عورتیں آئی ہیں۔ حضرت

لوط علیہ السلام نبی ہیں اور بیوی کافرہ ہے، حضرت نوح علیہ السلام نبی ہیں اور گھر میں دیکھیں ایمان نہیں، بیوی کافرہ ہے۔ [سورۃ التحریم: 10 مع تفسیر معارف القرآن ج 8 ص 506]

نبی کے حرم میں فاحشہ اور بدکردار عورت نہیں آتی لیکن نبی کے حرم میں کافرہ عورت آئی ہے۔ وجہ کیا ہے؟ بحیثیت انسان کفر عیب شمار نہیں ہوتا البتہ بحیثیت انسان فاحشہ اور زانی ہونا عیب شمار ہوتا ہے۔ اللہ نبی کے حرم میں اس کو نہیں لاتے جس پر بحیثیت انسان کوئی بد نما داغ لگا ہو، مطلب یہ کہ انسان کافر تو ہو سکتا ہے لیکن انسان کو بے حیاء نہیں ہونا چاہیے، تو بعض تقاضے انسانیت کے ہوتے ہیں۔

بعض تقاضے بحیثیت مسلمان اسلام کے ہوتے ہیں۔ اسلام کے تقاضے بہت سارے ہیں۔ میں سارے عرض کرنا چاہوں گا بھی تو میرے بس میں نہیں ہیں کیونکہ اگر کوئی ایسا عذر پیش نہ آیا تو ان شاء اللہ العزیز ٹھیک گیارہ بجے ہم نے جنازہ شروع کر دینا ہے۔ اس لیے کہ آپ کو ہمارے مزاج کا پتہ ہے کہ ہم ایسے مواقع پر وقت کی پابندی کا بہت خیال کرتے ہیں اور آنے والے حضرات کو بلا وجہ تنگ نہیں کرتے۔

خیر میں عرض کر رہا تھا کہ ہم انسان بھی ہیں، مسلمان بھی ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی بھی ہیں۔ انسانیت کا تقاضا یہ ہے کہ جو شخص کسی پر احسانات کرے اس کے احسانات کا شکریہ ادا کرنا چاہیے اور اگر احسانات کرنے والا کبھی تکلیف دے تو اس کی تکلیف کا احسانات کے مقابلے میں زیادہ تذکرہ نہیں کرنا چاہیے۔ اس پر ایک واقعہ لکھا ہے۔

یہ میرے آقا کے احسانات کے خلاف ہے:

ایک آقا کا غلام تھا۔ ایک دن آقا اپنے غلام سے کہنے لگا: میں کٹری کا ٹٹا ہوں

اور تم کھاؤ، ککڑی کہتے ہیں: ”تر“ کو، مالک نے ککڑی کا ٹنی شروع کر دی، غلام نے کٹی ہوئی ککڑی کو کھانا شروع کر دیا۔ اچانک آقا نے اس میں سے ایک ٹکڑا پکھا تو وہ کڑوا نکلا، آقا نے تعجب سے غلام سے کہا: تو کڑوی ککڑی کھا رہا ہے، تو نے بتایا کیوں نہیں کہ ککڑی کڑوی ہے؟ غلام نے جواب دیا: جس آقا کے ہاتھ سے روزانہ میٹھی چیزیں کھاتا ہوں ایک دن کڑوی آگئی تو اس کو کڑوی کہہ دوں، یہ میرے آقا کے احسانات کے خلاف ہے۔

اللہ رب العزت احسانات کی بارش برسائیں اور ابتلاء کے طور پر تھوڑی سی تکلیف آجائے تو بندے کو خوشی سے برداشت کرنا چاہیے کہ یہ میرے مالک کی طرف سے ہے، اس لیے کہ خدا بندے سے پیار کرتا ہے تو بندہ خدا سے پیار کرتا ہے، اگر اللہ بندے سے پیار نہ کرے تو خدا کی قسم بندہ خدا سے پیار کر ہی نہیں سکتا۔ اللہ رب العزت قرآن کریم میں فرماتے ہیں: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَزِدَّكُمْ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِيَ اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ**

[المائدہ: 54]

اگر تم مرتد ہو گئے اور تم نے دین چھوڑ دیا تو اللہ رب العزت کو تمہاری ضرورت نہیں، اللہ تمہارے بدلے ایسی قوم کو لائیں گے کہ اللہ ان سے پیار کرے گا اور وہ اللہ سے پیار کریں گے۔

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ اللہ نے اپنی محبت کا تذکرہ پہلے کیوں فرمایا کہ اللہ ان سے پیار کرتا ہے؟ دراصل یہ اس محبت کا صلہ ہے جو خدا نے پیار کیا، اگر خدا بندے سے پیار نہ کرتے تو بندہ خدا سے پیار کر ہی نہیں سکتا۔

التفسیر الکبیر للرازی: ج 6 ص 21 وغیرہ

اس لیے اللہ احسانات کی بارش برسائیں اور کچھ امتحان، ابتلاء عطا فرمادیں تو اس پر بندے کو دل چھوٹا نہیں کرنا چاہیے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لخت جگر حضرت ابراہیم کا انتقال ہوا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو مبارک بہہ پڑے، بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: وانت یا رسول اللہ؟

اللہ کے نبی! آپ کی آنکھوں سے بھی آنسو بہہ پڑے؟ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہا للرحمة

صحیح البخاری: رقم 1303

یہ رحمت ہے، یہ اللہ کی طرف سے جو باپ کے دل میں محبت ہوتی ہے یہ اس محبت کا اظہار ہے۔

عبدالرحیم، میرا لخت جگر:

خیر ایک دو باتیں میں نے اس لیے عرض کی ہیں کہ جس طرح کسی بھی شخص کی اولاد جائے، اس اولاد کے جانے پہ جو دکھ والد یا والدہ کو ہوتا ہے یہ دکھ بتانے کی ضرورت نہیں ہے اور میں اپنے طلباء سے گزارش کر رہا تھا کہ اولاد اولاد میں فرق ہوتا ہے۔ میری ساری اولاد میں سے مجھے سب سے زیادہ محبت اسی [عبدالرحیم] سے تھی۔ اس کی کتنی وجہیں ہیں؟ میں وہ بہت ساری وجہیں بتاؤں گا تو طلباء تو سمجھیں گے باقی لوگ اس کو نہیں سمجھیں گے کہ اس محبت کی وجہ کیا ہے؟

حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان میں سب سے زیادہ محبت حضرت یعقوب علیہ السلام کے دل میں حضرت یوسف علیہ السلام کی ڈالی

تھی، کیوں؟ اس لیے کہ امتحان حضرت یوسف کی وجہ سے لینا تھا۔ پہلے دل میں محبت ڈالی پھر بیٹے کی وجہ سے صدمہ دیا، یہ دیکھنے کے لیے کہ میرا یعقوب اس موقع پر شریعت کا کتنا خیال کرتا ہے؟! اللہ نے پہلے ہمیں ”عبدالرحیم“ کی محبت دی ہے، اس کے بعد ابتلاء دیا ہے۔ اللہ ہم سب کو ابتلاؤں سے محفوظ رکھے۔ ہم بہت کمزور ہیں۔ امتحانات سے خدا ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین

خیر میں گزارش یہ کر رہا تھا اور اس بات کو اچھی طرح سمجھیں کہ بحیثیت انسان ہمیں انسانیت کے تقاضوں کا بھی خیال رکھنا چاہیے۔ بحیثیت انسان ہمارے ذمہ ہے انسان کا خیال کرنا، غریب کا خیال کرنا حتیٰ کہ جانوروں اور چوپایوں کا خیال کرنا۔ یہ انسانیت کا تقاضا ہے۔

مسلمان ہونے کا تقاضا:

اگلا معاملہ ہے بحیثیت مسلمان ہونے کا کہ جو احکام اللہ رب العزت نے ہمارے ذمے لگائے ہیں ان احکام کو ہم بجالائیں۔ اس سے اگلا مسئلہ ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونے کا، نبی پاک کے چونکہ امتی ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔ قیامت تک اب کسی نبی نے پیدا نہیں ہونا، اب ہمارے ذمے کام یہ ہے کہ ہم شریعت کے نظریات و مسائل خود سیکھیں اور آگے امت کو یہ نظریات اور مسائل سکھائیں۔ یہ ہماری ذمہ داریوں میں شامل ہے۔ پہلی امتوں کی ذمہ داریوں میں شامل نہیں تھا کہ وہ پوری دنیا میں دین کی اشاعت کی محنت کریں، یہ ہماری ذمہ داری میں شامل ہے۔

اس تمہید کے بعد میں اس کا خلاصہ عرض کرتا ہوں کہ ہم چونکہ مخلوق

ہیں، اللہ ہمارا خالق ہے اور ہمارا مالک ہے، مالک کو اپنی مملوک میں اور خالق کو اپنی مخلوق میں تصرف کا پورا حق حاصل ہوتا ہے۔ لہذا مالک کو یہ کہنا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا ہے؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے دل سے اس کو مالک مانا ہی نہیں ہے۔ خالق پر اعتراض کرنا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا ہے؟ اس کا معنی یہ ہے کہ ہم نے دل سے خالق مانا ہی نہیں ہے۔ جب مان لیا تو پھر اعتراضات کے دروازے بند کر دینے چاہئیں۔

موت کی خبر سنیں تو کیا کریں؟

جب کسی کی موت کی خبر سنیں تو شریعت کا حکم یہ ہے کہ زبان سے دو جملے کہیں:

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

یہ دو جملے کیوں کہتے ہیں؟ اس لیے کہ جب کسی آدمی کو صدمہ پہنچے، کسی کی موت پر آدمی کو دکھ ہو تو یہ دکھ اور صدمے دو قسم کے ہوتے ہیں۔

پہلا صدمہ: یہ ہوتا ہے کہ یہ جلدی گیا ہے، اس کو ابھی نہیں جانا چاہیے تھا، بچہ ہے جو ان ہوتا، بوڑھا ہوتا، بلکہ بوڑھا ہو تب بھی لوگ رو پڑتے ہیں کہ نہیں! اس کو کچھ سال اور زندہ رہنا چاہیے تھا۔

آپ میں سے وہ حضرات جو میری سابقہ زندگی سمجھتے ہیں؛ میرے احباب اور رشتہ دار، یہ لوگ میری بات صحیح سمجھیں گے، بقیہ کو شاید سمجھ نہ آئے۔ جن مشکلات سے میں گزرا ہوں انہیں باہر کے لوگ نہیں جانتے، میری برادری جانتی ہے یا رشتہ دار جانتے ہیں یا میرے قرب و جوار کے لوگ جانتے ہیں۔ ان مشکلات کے دور میں ہمارے والد اور والدہ کی دعائیں شامل تھیں۔ میں ایک جملہ کہنے لگا ہوں کہ اب جب بھی خواتین ہمارے گھر آتی ہیں، وہ حسرت سے یہ بات کہتی ہیں: اے کاش! اس کی ماں

زندہ ہوتی، اُس نے اِس کے دکھ دیکھے تھے، آج اس کے سکھ بھی دیکھتی، جس نے جیلیں دیکھی ہیں وہ آج بہاریں بھی دیکھتی۔ یہ بات میں نے کیوں کی؟ یہ بتانے کے لیے کہ ہماری عموماً خواہش ہوتی ہے کہ اسے ابھی نہیں مرنا چاہیے، کچھ دیر بعد مرے، ان عورتوں کی خواہش تھی کہ اس کی ماں پہلے فوت نہ ہوتی کچھ سال گزار کے فوت ہوتی۔ تو بندے کے دل میں ایک صدمہ یہ ہوتا ہے کہ ابھی نہ مرتا کچھ عرصے بعد مرتا۔

دوسرا صدمہ: یہ ہوتا ہے کہ یہ ہر وقت میرے پاس تھا، اب مجھ سے جدا ہو گیا۔ اس سے قبل بھی میرا ایک بیٹا ”عبید اللہ بہادر“ فوت ہوا ہے، ایک چھوٹی بیٹی ”عقیفہ“ فوت ہوئی ہے۔ یقین کریں بعض باتیں میں سمجھنا چاہوں ممکن ہی نہیں کہ سمجھا سکوں، طلباء جو میرے پاس رہتے ہیں وہ تو سمجھتے ہیں، باہر والوں کو قلبی کیفیات سمجھنا بہت مشکل ہے۔ مجھے یاد ہے میں گھر میں وضو کر رہا تھا اور چھوٹا بچہ ”عبید اللہ“ یا ”عبد اللہ“ مجھے یاد نہیں، ساتھ کھڑا تھا، میرے دل میں فوراً ایک حدیث مبارک آئی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اعلان فرمایا ہے کہ اگر کسی کی دو اولادیں فوت ہو گئیں تو جنت میں والدین کو لے کر جائیں گی۔ امی عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: حضرت! اگر کسی کی ایک ہو؟ فرمایا ایک فوت ہو گئی تو والدین کو جنت میں لے کر جائے گی۔

[جامع الترمذی: رقم 1062]

اب غیر شعوری طور پر اور بغیر میرے چاہنے کے، ایسے ہی میرے دل میں خیال آیا کہ میرا بھی کوئی بیٹا چلا جائے، اور جب خیال آتا تو میں خود کو جھٹکتا کہ یہ بھی کوئی خیال لانے والی بات ہے۔ اور تھوڑے مغفرت کے راستے موجود ہیں۔

خیر میں بتا رہا تھا کہ بیٹا بھی چلا گیا، بیٹی بھی چلی گئی، بندہ اللہ سے پیار کی باتیں کرتا ہی ہے، تو میں کہتا: اے اللہ! جو مغفرت کا نصاب اولاد کی وفات والا ہوتا ہے، ہمارا تو وہ نصاب بھی پورا ہو گیا ہے، یہ تو نصاب کے اوپر کا ایک بیٹا ہے نا۔ اور دیکھو! یہ اللہ کا کرم ہی ہے کہ اللہ نصاب سے اوپر بھی نعمتیں عطا فرمادیئے۔ خیر جو بات میں کہنے لگا تھا کہ وہ چونکہ چھوٹے تھے ایک چھ ماہ کا، ایک چار ماہ کا، میرا وقت ان کے ساتھ نہیں گزرا، میری بیوی کا وقت گزرا ہے۔ میں کبھی آیا چلا گیا، کبھی آیا چلا گیا۔ یہ جو بیٹا [عبدالرحیم] فوت ہوا سو ایتین سال کا، اس کا وقت میرے ساتھ گزرا ہے اور جس کا وقت ساتھ گزرا ہو اس کے جانے پہ دکھ بہت ہوتا ہے۔

میں بتا یہ رہا تھا کہ صدمے میں دو باتیں ہوتی ہیں۔

1: ابھی نہیں جانا چاہیے تھا، کچھ دیر بعد جاتا۔

2: مجھ سے جدا ہو گیا۔

ان صدموں کا علاج:

یہ ہر وارث کے صدمے ہوتے ہیں۔ شریعت نے دونوں کا علاج بتایا ہے، فرمایا زبان سے کہو: "إِنَّا لِلّٰہ" اے اللہ! ہم مملوک ہیں، تو مالک ہے، ہمارے ذہن میں تھا آج نہیں جانا چاہیے تھا، مالک کی مرضی آج بلائے، مالک کی مرضی دس سال بعد بلائے اور دوسرا بندے کے ذہن میں خیال تھا کہ مجھ سے جدا ہو گیا۔ اس کا علاج بتایا: "وَإِنَّا إِلَیْہِ رَاجِعُونَ" کہ اپنی زبان سے کہو، یہ ہمیشہ کے لیے تم سے جدا نہیں ہوا، تھوڑی دیر کے لیے جدا ہوا ہے، کل وہ گیا تھا، آج ہم جانے والے ہیں۔ بیٹا امریکہ جاتا ہے، ماں اس کے جانے پہ روتی ہے: پتر تو امریکہ چلا ایں [بیٹا تو امریکہ جا رہا ہے] بیٹا

کہتا ہے: اماں! چار سال کی بات ہے، گرین کارڈ مل جانا ہے اور میں نے تجھے بھی بلا لینا ہے۔ ماں خوش ہو جاتی ہے۔ یہ بیٹا تسلی دیتا ہے کہ میں نے بلا لینا ہے۔ تو جب جانے والے پر دکھ تھا تو اللہ نے بتا دیا کہ وہ گیا تو تم بھی جانے والے ہو۔ تو اس سے انسان کے دونوں صدمے ختم ہو جاتے ہیں بشرطیکہ انسان میں انسانیت موجود ہو۔

طبعی صدمے کا آنا اور بات ہے اور اس صدمے کا تکلف اظہار کرنا اور بات ہے۔

تو پہلی بات میں نے یہ عرض کی کہ ہم چونکہ انسان ہیں اور بحیثیت انسان ہمیں اللہ کے احسانات کا تذکرہ کرنا چاہیے تو پھر اللہ کی طرف سے آنے والی چھوٹی تکالیف بھول جاتی ہیں۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دنیوی معاملات میں اپنے سے چھوٹوں کو دیکھا کرو اور دینی معاملات میں اپنے سے بڑے کو دیکھا کرو۔ دنیاوی معاملات میں چھوٹوں کو دیکھنے کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً آپ کے پاس گاڑی ہے تو اس کو دیکھیں جس کے پاس موٹر سائیکل ہے، آپ کے پاس دو گاڑیاں ہیں اس کے پاس ایک ہے اور دینی معاملات میں بڑے کو دیکھو، وہ تہجد پڑھتا ہے میں صرف فرض پڑھتا ہوں۔ تو دینی معاملات میں اوپر والے کو دیکھو تو دین پر عمل کی توفیق ہوگی اور اپنا فسق و فجور بندے کے دماغ میں آئے گا اور دنیوی معاملات میں چھوٹے کو دیکھو تو اس سے اللہ پاک شکر کی توفیق عطا فرمائیں گے۔

خیر میں ایک بات عرض کر رہا تھا کہ بحیثیت انسان انسانیت کے تقاضے یہ ہیں کہ اللہ کے احسانات کو ذہن میں رکھیں اور چھوٹی موٹی تکالیف کو نظر انداز کریں، اس پر اللہ بہت چیزیں عطا فرماتے ہیں۔

بحیثیت مسلمان ہماری ذمہ داری:

بحیثیت مسلمان اس موقع پر ہمارے ذمہ کیا ہے؟ دیکھیں انسان کو صدمہ پہنچتا ہے لیکن اس صدمے پر ایسے صبر کرے جیسے اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے ہیں۔ پھر اس صدمے پر اجر ملتا ہے۔ اگر دکھ کا سارا اظہار اس نے کر دیا پھر اس صدمے پر اجر کیا ملتا ہے؟! رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ليس منّا من ضرب الخدود أو شق الجيوب أو دعا بد عوى الجاهلية

[صحیح مسلم: رقم الحدیث 103]

فرمایا وہ شخص ہم میں سے نہیں جو گریبان کو پھاڑے، اپنے منہ کو نوچے اور جاہلوں کی طرح اونچی آواز سے بین کرے۔ اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

بندے نے اپنے رخسار کو بھی نوچ لیا، اپنے گریبان کو بھی پھاڑ لیا، اونچی آواز سے بین بھی کر لیے تو جو پابندی تھی وہ سارے کام کر لیے، اب بتاؤ! خدا سے اجر کس بات کا لینا ہے؟! بحیثیت مسلمان بندے کو چاہیے کہ کسی موقع پر تکلیف آجائے تو اسے ایسے ہینڈل کرے جیسے اللہ چاہتے ہیں تو پھر اللہ اس پر انعامات عطا فرماتے ہیں۔ بیٹے یا کسی عزیز کے جانے کا انسان کو دکھ اور صدمہ بہت ہوتا ہے لیکن اس صدمے کو ایسے سنبھالے جیسے اللہ پاک چاہتے ہیں۔ اللہ مجھے اور آپ کو بحیثیت مسلمان اسلامی احکامات پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ہم چونکہ مسلمان ہیں ہمارے ذمے یہ بات ہے کہ جب کوئی انسان بیمار ہو تو اس کی بیمار پرسی کریں اور اس کا علاج معالجہ کریں لیکن جائز حدود میں رہ کر کریں۔ اگر اللہ صحت عطا فرمائے تو شکر ادا کریں۔ اگر اللہ بیماری بڑھا دیں اور اللہ اس بیماری کو

موت کا سبب بنادیں تو اس پر صبر کریں۔ اگر موت آجائے تو ہمارے ذمے ہے اس کو غسل دینا، کفن دینا، اس کا جنازہ پڑھنا اور اس کو قبر میں لے جا کر دفن کے بعد دعا مانگنا، پھر اس کے بعد اس کے لیے ایصال ثواب کرنا اور اس کے گھر والوں کے ساتھ تعزیت کرنا، یہ کام ہمارے ذمے بحیثیت مسلمان ہیں۔ ایصال ثواب میت کے لیے ہے، تعزیت اہل میت کے لیے۔ ہم اس بات کو سمجھتے نہیں ہیں تو الٹا کام کرتے ہیں۔ پوچھو: بھائی کہاں چلے ہو؟ تو کہتے ہیں: فلاں کے گھر چلے ہیں، وجہ پوچھیں تو کہتے ہیں: فاتحہ پڑھنے۔ فاتحہ تو آپ گھر بھی پڑھ سکتے تھے وہاں جانے کی کیا ضرورت تھی؟ لہذا جب کوئی پوچھے کہ کہاں جاتے ہو؟ تو کہا کرو تعزیت کرنے کے لیے، تعزیت کا مطلب ہے تسلی دینا، ایک ہوتا ہے ثواب اور ایک ہوتا ہے ایصال ثواب، ”ثواب“ کا معنی ہوتا ہے بندہ عمل کرے اور اجر خود لے، ”ایصال ثواب“ کا معنی ہے کہ عمل کرے اور اجر کسی اور کو دے۔ ہم اہل السنۃ والجماعۃ ثواب کے بھی قائل ہیں اور ایصال ثواب کے بھی قائل ہیں۔ ایصال ثواب میت کے لیے ضرورت ہے اور تعزیت میت کے گھر والوں کی ضرورت ہے۔

آپ حضرات آئے ہیں تو آپ کے آنے پر ہمارا دکھ یا تو ختم ہو جائے گا یا کم ہو جائے گا۔ تو تعزیت ہوتی ہے رشتہ داروں سے اور لواحقین سے، یہ گھر بیٹھے نہیں ہوتی، ان کے پاس جانا پڑتا ہے، نہ جاسکیں تو ٹیلی فون کر دیں، میج کر دیں، خط لکھ دیں، ای میل کر دیں، جو ذریعہ میسر ہو استعمال کریں اگر عذر ہو۔

چند مسائل:

آخری بات کہ ہم صرف مسلمان نہیں بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کے امتی ہیں۔ ان مسائل کو خود سمجھنا اور دوسروں کو یہ مسائل سمجھانا، مسائل زندگی میں لانا اور امت کو یہ مسائل بتانا، یہ ہماری ذمہ داری میں شامل ہے۔ اس لیے میں دو یا تین مسئلے عرض کرتا ہوں ان کو ذہن نشین فرمائیں:

[1]: جب انسان وفات پا گیا، تو ہمارے ذمے اس کو غسل دینا اور کفن دینا ہے۔ غسل دینے میں بھی خیال کریں کہ خلاف شریعت نہ ہو، اور کفن دینے میں خیال کریں کہ خلاف شریعت نہ ہو۔ میں یہ بات اس لیے کہہ رہا ہوں کہ مجھے اپنے گاؤں کا پتہ چلا، لوگوں نے بتایا اور تعجب ہوا کہ یہاں پر عورتوں کو سبز کپڑوں کا لباس پہنا کر دفن کیا جاتا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ تم سفید لباس پہنا کرو اور وَكْفَنُوا فِيهَا مَوْتَاكُمْ

[سنن ابی داود، رقم الحدیث 3880 باب فی الامر بالکحل]

اور اپنے مردوں کو بھی تم سفید لباس میں کفن دیا کرو۔

یہ سفید کفن مرد کا بھی ہے اور عورت کا بھی ہے، بچے کا بھی اور بوڑھے کا بھی

ہے۔ لہذا سفید کفن ہی میں دفنانا چاہیے۔

[احکام

میت: ص 45]

[2]: ہمارے ہاں یہ رواج ہے کہ ایک مصلیٰ لیں گے اور وہ بھی ساتھ دفن کر دیں

گے، یہ خلاف شریعت ہے۔ [آپ کے مسائل اور ان کا حل: ج 4 ص 305]

[3]: ہمارے بعض علاقوں میں رواج یہ ہے کہ درود ماہی، درود تاج میت کے

ساتھ دفن کرتے ہیں۔ میت کے ساتھ دفن کرنے کا گناہ ہوگا، جہاں اللہ کا نام لکھا ہے

جب خدا کے نام کو کیڑے کا ٹیس گے اور مٹی کھائے گی تو یہ مسلمان کے لیے ذلت کا

مسئلہ ہے۔ [احکام میت: ص 203]

[4]: بعض لوگ کفن پر کلمہ لکھتے ہیں، کفن پر کچھ نہ لکھیں۔ [احکام میت: ص 203]

[5]: بعض لوگ دفن کرتے وقت میت کو سیدھا لٹاتے ہیں اور میت کا چہرہ قبلے کی طرف کرتے ہیں۔ اس بات کا خیال رکھیں کہ پوری میت کو قبلے کی طرف کریں، میت کو دائیں کروٹ لٹا کر اور اس کے پیچھے کچی اینٹیں رکھ کر اس کی پوری کروٹ قبلے کی طرف کریں۔ یہ میت کو دفنانے کا سنت طریقہ ہے۔

[پیشقی زیور: ص 494 دفن کے مسائل]

[6]: غسل اور کفن دے دیا تو زیادہ دیر تک میت کو گھر میں نہ رکھو، اس کو جتنا جلد ہو سکے تو دفنانے کی کوشش کرو۔

[سنن ابی داؤد: رقم الحدیث 3161]

ایک غلط فہمی کا ازالہ:

اگر کسی کے ذہن میں یہ خیال آئے کہ مولانا صاحب مسئلہ بتا رہے ہیں کہ جلدی دفن کرو، اور اپنا بیٹا مغرب کو فوت ہوا اور دوسرے دن گیارہ بجے جنازہ ہو رہا ہے، شاید شریعت کے خلاف کر رہے ہیں۔ اس کی وجہ یہ نہیں ہے بلکہ وجہ یہ ہے کہ مغرب سے تھوڑی دیر پہلے فوت ہوا جب ہم لاہور سے چلے تو لاہور سے آتے آتے دو، اڑھائی گھنٹے لگ جاتے ہیں۔ رات کو دفن کرنا بہت مشکل ہے اور سردی میں لوگوں کو جنازے میں لانا بڑا مشکل ہے۔ ہم ایسی کوشش کرتے ہیں کہ آپ حضرات کو تکلیف نہ ہو۔ میں نے کہا صبح آٹھ بجے کر لیں، ہم آٹھ بجے اس لیے چاہتے تھے کہ لوگ دفاتر میں اور اپنے کاموں پر پہنچ جائیں، مجھے حضرات نے کہا کہ چھٹی کا دن ہے آپ گیارہ بجے رکھیں تاکہ لوگ آرام سے آئیں اور آرام سے چلے جائیں۔ انتظامی امور کی وجہ سے ہم نے تاخیر کی ہے۔ خدا گواہ ہے اپنی کسی ضرورت کی وجہ سے تاخیر نہیں کی۔ آپ

حضرات کی سہولت کے لیے ہم نے ایسا کیا۔

[7]: میت کو جلدی دفن کریں اور جنازے کے بعد دعا مانگنا دفن سے پہلے، یہ

سنت کے خلاف ہے اور بدعت ہے۔ [راہ سنت: ص 206]

سنت کے خلاف کرنے پر گناہ ملتا ہے اور سنت کے مطابق کرنے پر اجر و ثواب ملتا ہے۔ اگر آپ میں سے کسی بندے نے میت کے لیے دعا کی ہے جنازے کے بعد اور دفن سے پہلے تو میں آپ کو وصیت کرتا ہوں کہ آپ اس گناہ سے توبہ کریں کہ اے اللہ! اس سے قبل جو ہم کر چکے ہیں اسے معاف فرما دے اور آئندہ اس بدعت کا ارتکاب نہیں کریں گے۔

بہت سارے لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم نے دعا ہی کی ہے کوئی غلط کام تو نہیں کیا۔ دعا وہاں کریں جہاں پیغمبر نے فرمائی ہے جس موقع پر نبی سے ثابت نہ اس موقع پر دعا نہ کریں۔ اس موقع پر دعائیں مانگنا شریعت کے خلاف ہے اور جہاں دعا نہیں مانگی اس پر التزام کریں اور اس کو اہل السنۃ والجماعۃ سے خارج کہیں، یہ جائز نہیں ہے۔ دعا میت کے دفن کرنے کے بعد کرنی ہے۔ میت کے دفن کرنے کے بعد اس کے سر کی جانب سورۃ بقرہ کا پہلا رکوع اور اس کے پاؤں کی جانب بقرہ کا آخری رکوع پڑھیں [کنز العمال: ج 15، ص 255] اس کے بعد دعا مانگیں اور اس کے بعد واپس آئیں۔

[8]: اس کے بعد قل کرنا، ساتواں کرنا، چالیسواں کرنا، یہ سب بدعات میں شامل

ہیں اور خلافت شریعت ہیں۔ [راہ سنت: ص 270]

اپنی زندگی سنت کے مطابق گزاریں، کل قیامت کے دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو منہ دکھانا ہے، لہذا سنت کے مطابق کام کریں۔

میں اس لیے گزارش کر رہا ہوں کہ ہمارے اس ادارے کا نام مرکز اہل السنۃ والجماعۃ ہے۔ اگر ہم ہی اہل السنۃ والجماعۃ کی بات نہیں کریں گے تو اہل السنۃ الجماعۃ کے مسئلے آپ کو کون بتائے گا؟ ہم اس کا خیال نہیں کرتے کہ لوگ کیا کہیں گے؟ ہماری سب سے بڑی پریشانی یہ ہے کہ قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا فرمائیں گے؟ اللہ کے نبی فرمادیں کہ یہ ہمارے ہیں تو اس پر ہم خوش ہیں۔ شادی کا موقع ہو یا غم کا موقع ہو ہمیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو تھامنا چاہیے۔ اس لیے جنازے کے متصل بعد دفن سے پہلے دعا خلاف سنت ہے اور بدعت ہے۔ قل، ساتواں، چالیسواں، سالانہ ختم یہ سب بدعات ہیں۔ اللہ ہمیں ان سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ وہابی ہیں اور ایصال ثواب کے قائل نہیں ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ ہم ایصال ثواب کے قائل ہیں لیکن پورے گاؤں کو دکھلا کر ایصال ثواب کے قائل نہیں ہیں، اللہ توفیق عطا فرمائے ایک لاکھ روپیہ مسجد میں دے دو اور کہہ دو کہ اے اللہ! اس کا ثواب میری ماں یا باپ کو دے دے۔ تو کون انکار کرتا ہے؟ لیکن ہمارا ایصال ثواب اس وقت تک نہیں ہوتا جب تک گھر میں پڑھنے کے لیے کوئی نہ آئیں، جیسے کرائے کے قاتل ہوتے ہیں کہ پیسے دو اور بندہ مروالو۔ اسی طرح یہ ختمی ہیں، پیسے دو اور قرآن پڑھو الو۔ ایک مرتبہ چائے نہ پلاؤ تو وہ دوبارہ تمہارے گھر آکر قرآن پڑھنے کا نام بھی نہیں لیں گے۔ جب چائے پکتی ہے تو 15 پارے ختم ہوتے ہیں اور جب کھانا تیار ہوتا ہے تو پورا قرآن ختم ہو جاتا ہے۔ تو جس قدر دکھ اس کو ہے جس کا باپ یا ماں فوت ہوئے ہیں، اتنا دکھ کسی اور کو نہیں ہے، خود پڑھے اور خود بخشنے۔ میں یہ مسائل اس لیے عرض کیے ہیں کہ بحیثیت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی

ہمارے ذمہ ہے کہ ہم ان مسائل کو سمجھیں اور ان مسائل کی آگے اشاعت کریں۔

اہل السنۃ والجماعۃ کا نظریہ:

ہمارا اہل السنۃ والجماعۃ کا نظریہ یہ ہے کہ جس جگہ اور گڑھے میں میت کو دفن کرتے ہیں اسی کا نام ”قبر“ ہے، کوئی تمہیں دھوکہ نہ دے کہ ”علین“ اور ”سجین“ کا نام قبر ہے بلکہ اسی جگہ کا نام قبر ہے۔ تمہیں لوگ کہیں گے کہ فلاں بندہ تھا اس کو آگ نے جلا دیا، راکھ ہو گیا، اس کی قبر کدھر ہے؟ فلاں بندہ تھا وہ سمندر میں گر اس کی قبر کدھر ہے؟ فلاں کو جانور نے کھا لیا اس کی قبر کدھر ہے؟ آپ قبر کا معنی یاد رکھیں کہ میت اور میت کے اجزاء کے مقرر کو قبر کہتے ہیں جہاں میت ہو یا میت کے اجزاء ہوں اسی کا نام ”قبر“ ہے۔ جس جگہ دفن ہے وہی قبر یا جلا کر راکھ کو اڑا دیا تو جہاں جہاں اس کے ذرے ہیں یہ ساری اس کی قبر ہے۔ عذاب اور ثواب آپ نے نہیں دینا اللہ نے دینا ہے اللہ اجزاء کو جمع کر کے بھی دے سکتے ہیں اور پھیلے ہوئے اجزاء کو بھی عذاب دے سکتے ہیں۔ قبر میں عذاب و ثواب روح اور جسم دونوں کو ہوتا ہے۔ اگر نیک ہے تو روح اور جسم دونوں کو ثواب ہوتا ہے اگر بد ہے تو روح اور جسم دونوں کو عذاب ہوتا ہے۔ نہ صرف جسم کو اور نہ صرف روح کو بلکہ دونوں کو ہوتا ہے۔

میت سے سوال و جواب:

جب میت کو دفن کر کے واپس آئیں تو حدیث میں آتا ہے کہ جب دفن کر کے واپس آتے ہیں تو چلنے کی وجہ سے جوتوں کی جو آواز پیدا ہوتی ہے اس آواز کو بھی میت سنتی ہے۔ یہ روایت صحیح بخاری میں موجود ہے۔

میت کی روح کو لوٹا دیا جاتا ہے اس سے تین سوال ہوتے ہیں۔ 1: من ربك؟، 2: من نبیک؟، 3: مادینك؟، تیرا رب کون ہے؟ تیرا نبی کون؟ تیرا دین کیا ہے؟ اگر میت جواب دے کہ میرا رب اللہ اور میرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور میرا دین اسلام ہے تو فرشتہ آسمان سے آواز دیتا ہے کہ: فَيُنَادِي مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ أَنِّ صَدَقَ عَبْدِي فَأَقْرِ شَوْهَ مِنَ الْجَنَّةِ، اس کو جنت کا بچھونا دو، وَالْبِسُوهُ مِنَ الْجَنَّةِ اس کو جنت کا لباس دو، وَافْتَحُوا لَهُ بَابًا إِلَى الْجَنَّةِ میت یہاں اور جنت وہاں رہتی ہے جنت کا دروازہ کھول دو، فَيَأْتِيهِ مِنْ طَيِّبَاتٍ وَرَوْحًا، جنت کی خوشبو اس قبر میں پہنچ جاتی ہے۔ [مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، رَقْمُ 12185 بَابُ فِي نَفْسِ الْمُؤْمِنِ كَيْفَ تَخْرُجُ وَنَفْسِ الْكَافِرِ]

[ترمذی: باب عذاب القبر]

اور فرشتہ کہتا ہے: نَمُ كَنُومَةُ الْعُرُوسِ

ایسے سو جا جیسے پہلی رات کی دلہن سوتی ہے۔

دلہن کی طرح سو جا:

میں ایک نکتہ عرض کرتا ہوں کہ فرشتہ یہ بھی کہہ سکتا ہے: ”نم“ سو جا، یہ کیوں کہا کہ دلہن کی طرح سو جا؟ اس کی حکمت کیا ہے؟ ایک وجہ یہ ہے کہ عورت جتنی بھی بڑی ہو، خاندان جتنا بھی بڑا ہو، دولت اور حسن و جمال والی ہو، عورت کو دنیا میں کسی چیز میں راحت نہیں ہوتی اگر راحت ملتی ہے تو شوہر کے پہلو میں ملتی ہے۔ آدمی جتنا بھی نیک ہو، جتنا بھی بڑا ہو، اس کو راحت قبر کے پہلو میں ملتی ہے۔ دوسری حکمت یہ ہے کہ اگر کسی عورت کو آپ کا دل کرتا ہے دیکھ نہیں سکتے، میسج نہیں کر سکتے، خط نہیں لکھ سکتے، لیکن وہی عورت کلمہ نکاح کے ساتھ آجائے تو پورا خاندان باہر کھڑا ہوا ہے اب اس کو ہاتھ لگانے میں کوئی ڈر نہیں، بالکل اسی طرح قبر ظلمت کا گھر ہے، تاریکی کا گھر

ہے، خلوت کا گھر ہے، وہاں جاتے ڈر لگتا ہے جیسے عورت کو چھوتے، دیکھتے ڈر لگتا تھا، کلمہ نکاح کے ساتھ آجائے تو ڈر نہیں۔ قبر میں جانے سے ڈر لگتا ہے کلمہ ایمان کے ساتھ آجائے تو کوئی ڈر نہیں، اس لیے فرمایا: نہ کنوۃ العروس، تجھے بھی کوئی ڈر نہیں اللہ ہم سب کو عمل کی توفیق دے۔ سوال وجواب ہو جاتے ہیں میت کی روح نکال دیتے ہیں میت سو جاتی ہے یہ مسئلہ عام امتی کا ہے انبیاء کا نہیں ہے۔ جب نبی کی روح لوٹا دی جائے تو نہ نبی سے سوال وجواب ہوتا ہے اور نہ پھر نبی کی روح نکالی جاتی ہے۔ تعلق روح کے ساتھ انبیاء کو قبر میں حیات ملتی ہے۔ اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ ہے کہ انبیاء قبروں میں زندہ ہیں۔ یہاں سے درود پڑھو تو قبر تک پہنچایا جاتا ہے اور قبر پر پڑھو تو نبی کو سنا دیا جاتا ہے۔

[تسکین الصدور از امام اہل السنۃ]

اللہ ہم سب کو اہل السنۃ والجماعۃ کے مسلک پر کاربند رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

علم و حکمت سے لبزیز

مجالس متکلم اسلام

متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ ہر انگریزی ماہ کی پہلی جمعرات خانقاہ اشرفیہ اختر یہ واقع مرکز اہل السنۃ والجماعۃ 87 جنوبی سرگودھا میں منعقدہ مجلس ذکر میں وعظ فرماتے ہیں۔ ”مجالس متکلم اسلام“ میں حضرت الشیخ حفظہ اللہ کے ان بیانات کو جمع کیا گیا ہے۔ شائقین حضرات کے لیے ایک انمول تحفہ ہے۔ طلب فرمائیں۔

مکتبہ اہل السنۃ والجماعۃ 87 جنوبی، لاہور روڈ سرگودھا

048-3881487, 0321-6353540

لوح ایام

ادارہ

3 جنوری 2013ء: جامعہ منظور الاسلامیہ عید گاہ لاہور کے اساتذہ شیخ الحدیث مولانا محمد حفیظ اللہ صاحب رئیس دارالافتاء، مفتی محمد عزیز الرحمن صاحب، مولانا فاروق صاحب، مولانا دین محمد صاحب وغیرہ مرکز اہل السنۃ والجماعۃ سرگودھا تشریف لائے۔ مختصر قیام کے دوران مرکز کی لائبریری، مکتبہ اہل السنۃ والجماعۃ وغیرہ دیکھا اور متکلم اسلام حفظہ اللہ کی خدمات کو سراہا۔

5 جنوری 2013ء: مناظر اسلام مولانا محمد ابویوب قادری حفظہ اللہ مرکز میں پانچ دنوں کے لیے تشریف لائے۔ اس دوران انہوں نے اہمیت سنت اور رد بدعت کے موضوع پر متخصصین کو اسباق پڑھائے۔

بوقت عصر متکلم اسلام حفظہ اللہ کے چھوٹے صاحبزادے عبدالرحیم کئی ایام تک مسلسل بے ہوش رہنے کے بعد لاہور چلڈرن ہسپتال میں انتقال کر گئے۔ انا للہ و الیہ راجعون۔ مرحوم کا نماز جنازہ اگلے دن گیارہ بجے استاذ العلماء مولانا عبدالجبار صاحب دامت برکاتہم نے پڑھایا۔

9 جنوری 2013ء: خواجہ خواجگان مولانا خواجہ خان محمد نور اللہ مرقدہ کے صاحبزادے خواجہ خلیل احمد مرکز تشریف لائے، مختصر قیام کے بعد عازم سفر ہوئے۔

10 جنوری 2013ء: گوجرانوالہ سے پیر جی سید مشتاق احمد شاہ صاحب مرکز

تشریف لائے اور طلباء سے تاریخ علماء دیوبند کے عنوان پر گفتگو کی۔

11 جنوری 2013ء: امیر محترم شیخ التفسیر والحدیث مولانا منیر احمد منور صاحب اور مولانا ابن الحسن عباسی صاحب [کراچی]، مرکز تشریف لائے امیر محترم نے طلباء کو مختصر مگر قیمتی نصیحتوں سے نوازا۔

12 جنوری 2013ء: متکلم اسلام مسکلی حوالہ سے دورہ دہلی کے لیے روانہ ہوئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

- ❖ متکلم اسلام حفظہ اللہ کے چھوٹے صاحبزادے عبد الرحیم انتقال کر گئے۔
- ❖ مولانا الشیخ محمد الیاس فیصل حفظہ اللہ [مقیم مدینہ منورہ] کی والدہ محترمہ انتقال کر گئیں۔
- ❖ مولانا محمد جاوید [مختص مرکز ہذا] کے چچا جان سعودیہ عرب میں اچانک دل کا دورہ پڑنے سے وفات پا گئے۔
- ❖ مولانا عبد الرشید گلگتی [مختص مرکز ہذا] کے والد صاحب وفات پا گئے۔
- ❖ مرکز اہل السنۃ والجماعۃ کے تیسرے سال کے مختص مولانا محمد امین صفدر کبیر والا کی والدہ وفات پا گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

اللہ رب العزت مرحومین کی مغفرت فرمائے اور

پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین

آداب معاشرت:

چھینکنے والے کو جواب دینا

مولانا محمد ابو بکر اوکاڑوی حفظہ اللہ

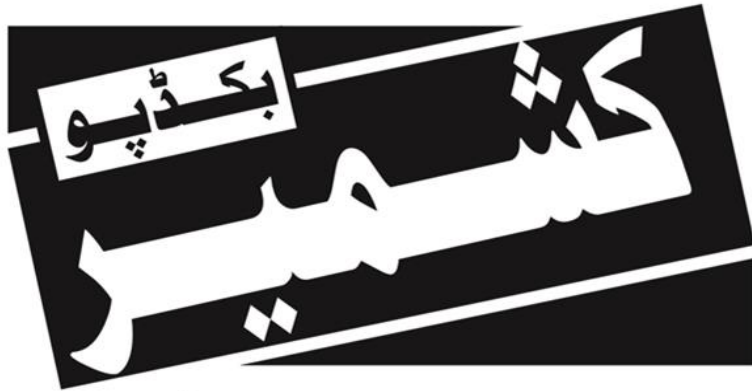
عن علی قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : للمسلم على المسلم ست بالمعروف، يسلم عليه إذا لقيه، ويجيبه إذا دعا، ويشتمه إذا عطس، ويعوده إذا مرض، ويتبع جنازته إذا مات ويحب له ما يحب لنفسه

[سنن الترمذي: رقم 2660]

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حقوق ہیں؛ جب وہ اس سے ملاقات کرے تو اسے سلام کرے، جب وہ اس کی دعوت کرے تو قبول کرے، جب وہ چھینکے تو اس کا جواب دے، جب وہ بیمار ہو تو اس کی عیادت کرے، جب وہ فوت ہو جائے تو اس کے جنازے کے ساتھ جائے اور اس کے لیے وہی چیز پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

تشریح: اسلامی رشتے کے ساتھ بہت سے حقوق وابستہ ہیں، جن سے مقصد یہ ہے کہ مسلمان ایک دوسرے کا خیال رکھیں اور بغض و عداوت سے اجتناب کرتے ہوئے ایک دوسرے کے ساتھ پیار و محبت سے پیش آئیں۔ انہی حقوق میں سے ایک حق یہ بھی ہے کہ جب کسی مسلمان بھائی کو چھینک آئے تو دوسرے مسلمان بھائی کو چاہیے کہ اس کی چھینک کا جواب دے کر اس کا حق ادا کرے، چنانچہ جب مسلمان کو چھینک آئے اور وہ ”الحمد للہ“ کہے تو اس کے جواب میں ”یرحمک اللہ“ کہنا چاہیے۔

علم کی دنیا کا اچھوتا نام



پروپرائیٹر: ملک موادینڈسنز

ہمارے ہاں

قرآن کریم، سپارے، قاعدے، تراجم، تفاسیر، احادیث، فقہ اور دیگر موضوعات پر مبنی علمی، اصلاحی، تحقیقی اور دنیا بھر کے نامور محققین، علماء کرام، سکالرز کی شہرہ آفاق تصانیف سستے نرخ پر دستیاب ہیں

نوٹ: مکتبہ اہل السنۃ الجماعۃ کی تمام مطبوعات دستیاب ہیں

کشمیر بک ڈپو تلہ گنگ وڑچکوال
فون 0543551148

